هفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

05

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
33واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

18تا24رجب المرجب1445ھ/30جنوری تا5فروری2024ء

انسانی اطاعت کی حدود

''جس بات کے ماننے میں اللہ کی نافرمانی ہو اس میں کسی بندے کی فرماں برداری نہ کرو۔'' (الحدیث)

اسلام نے یہ کہہ کر فی الحقیقت ان تمام ماسواء اللہ اطاعتوں اور فرماں برداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد و حر کامل کر دیا، جس کی بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجھل ہو رہے تھے اور اس ایک ہی جملہ میں انسانی اطاعت اور پیروی کی حقیقت اس کی وسعت اور احاطہ کے ساتھ سمادی۔ اس تعلیم الٰہی نے بتلا دیا ہے کہ جتنی اطاعتیں، جتنی فرماں برداریاں، جتنی وفاداریاں اور جس قدر بھی تسلیم و اعتراف ہے، صرف اُسی وقت تک کے لیے ہے جب تک کہ بندے کی بات ماننے سے اللہ کی بات نہ جاتی ہو اور دنیا والوں کے وفادار بننے سے اللہ کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آ جائے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آ پڑے تو پھر تمام طاعتوں کا خاتمہ، تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست، تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع، اور تمام دوستوں اور محبتوں کا اختتام ہے۔ اس وقت نہ تو حاکم حاکم ہے، نہ بادشاہ بادشاہ، نہ باپ باپ ہے، نہ بھائی بھائی، سب کے آگے تمرد چاہیے۔ پہلے جس قدر فرماں برداری تھی، اتنی ہی اب نافرمانی مطلوب ہے۔ پہلے جس قدر جھکاؤ تھا، اتنا ہی اب تناؤ ہو، کیونکہ رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے۔ رشتہ دراصل ایک ہی تھا اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتہ کی خاطر تھے۔ حکم ایک ہی کا تھا اور یہ سب اطاعتیں اسی ایک کی اطاعت کے لیے تھیں۔ جب ان کے ماننے میں اُس سے انکار، اور ان کی وفاداری میں اُس سے بغاوت ہونے لگی تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا، اسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا اور جس کے ہاتھ نے ملایا تھا اُسی کے ہاتھ نے الگ بھی کر دیا۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 115 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 25000 سے زائد، جن میں بچے: 10500،
عورتیں: 7600۔ زخمی: 65000 سے زائد

اس شمارے میں

ووٹ، انتخابات، جمہوریت اور ....
امیر سے ملاقات (23)
دنیا تیسری عالمی جنگ کے دہانے پر
درست اور بے جا توقعات
نہ دنیا ہے نہ دیں
والد کی عظمت اور مقام

الہدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1070

کامل فرمانبرداری اور قرآن کی دعوت

سُورَۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 91 تا 93

اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ ہٰذِہِ الۡبَلۡدَۃِ الَّذِیۡ حَرَّمَہَا وَ لَہٗ کُلُّ شَیۡءٍ ۫ وَّ اُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ
الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿ۙ۹۱﴾ وَ اَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَمَنِ اہۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَہۡتَدِیۡ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَقُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا
مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۹۲﴾ وَ قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ سَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ فَتَعۡرِفُوۡنَہَا ؕ وَ مَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٪۹۳﴾

آیت ۹۱: ﴿اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ رَبَّ ہٰذِہِ الۡبَلۡدَۃِ الَّذِیۡ حَرَّمَہَا﴾ ’’(دیکھو!) مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ مَیں بندگی کروں اس شہر کے رب کی جس نے اسے محترم قرار دیا ہے‘‘

ان آخری آیات کا انداز ایک اعلان کا سا ہے۔ اگرچہ اس اعلان کا آغاز لفظ ’’قُلۡ‘‘ سے نہیں ہو رہا لیکن انداز یہی ہے کہ اے نبی ﷺ! آپؐ ڈنکے کی چوٹ یہ اعلان کر دیجیے۔ آپؐ ان پر واضح کر دیجیے کہ میں کسی بت‘ کسی دیوی یا کسی دیوتا کی پرستش کی بجائے صرف اُس ربّ کی بندگی کرتا ہوں اور اسی کی بندگی کرتا رہوں گا جس نے بیت اللہ کو حرم ٹھہرایا ہے اور اس شہر کی سرزمین کو محترم قرار دیا ہے۔

﴿وَلَہٗ کُلُّ شَیۡءٍ ۫ وَّاُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۹۱﴾﴾ ’’اور اُسی کے اختیار میں ہے ہر چیز‘ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ مَیں شامل ہو جاؤں اُس کے فرمانبردار بندوں میں۔‘‘

آیت ۹۲: ﴿وَاَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ ۚ﴾ ’’اور یہ کہ میں تلاوت کروں قرآن کی!‘‘

مجھے تیسرا حکم یہ ملا ہے کہ میں قرآن پڑھوں‘ پڑھ کر لوگوں کو سناتا رہوں اور اس کی تبلیغ کرتا رہوں۔ سورۃ المائدۃ کی آیت ۶۷ میں بھی آپؐ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے: ﴿یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَتَہٗ ؕ﴾ کہ اے نبی ﷺ! جو کچھ آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا ہے آپؐ وہ لوگوں تک پہنچا دیجیے اور اگر بالفرض آپؐ نے ایسا نہ کیا تو یہ گویا رسالت کے فرائض میں کوتاہی شمار ہو گی۔

﴿فَمَنِ اہۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَہۡتَدِیۡ لِنَفۡسِہٖ ۚ﴾ ’’تو جو کوئی ہدایت پائے گا وہ اپنے ہی بھلے کے لیے ہدایت پائے گا۔‘‘

اس ہدایت کے بدلے میں اگر وہ آخرت میں کامیاب قرار پاتا ہے اور اسے ﴿فَرَوۡحٌ وَّرَیۡحَانٌ ۬ۙ وَّجَنَّتُ نَعِیۡمٍ ﴿۸۹﴾﴾ (الواقعۃ) سے نوازا جاتا ہے تو اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے۔

﴿وَمَنۡ ضَلَّ فَقُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۹۲﴾﴾ ’’اور جو کوئی گمراہی کی روش اختیار کرے تو آپؐ کہہ دیجیے کہ مَیں تو صرف خبردار کرنے والا ہوں!‘‘

جیسے کسی خطبہ کے آخر میں یہ الفاظ کہے جاتے ہیں: وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ بالکل اسی انداز میں اب اس سورت کا اختتام ہو رہا ہے:

آیت ۹۳: ﴿وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ سَیُرِیۡکُمۡ اٰیٰتِہٖ فَتَعۡرِفُوۡنَہَا ؕ﴾ ’’اور آپؐ کہہ دیجیے کہ کل حمد اور کل ثنا اللہ کے لیے ہے‘ عنقریب وہ تمہیں اپنی آیات دکھائے گا تو تم انہیں پہچان لو گے۔‘‘

﴿وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾﴾ ’’اور آپ کا رب غافل نہیں ہے اُس سے جو اعمال تم کر رہے ہو۔‘‘

بارک اللہ لی و لکم فی القرآن العظیم‘ ونفعنی و ایاکم بالآیات و الذکر الحکیم ○○

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 رجب المرجب 1445ھ جلد 33
30 جنوری تا 5 فروری 2024ء شمارہ 05

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

ووٹ، انتخابات، جمہوریت اور اسلامی نظام

پاکستان میں عام انتخابات آیا ہی چاہتے ہیں بلکہ شاید بعض علاقوں میں ہماری یہ تحریر پہنچنے تک الیکشن ہو چکے ہوں۔ اس تناظر میں ایک طرف ووٹ کے مقدس قومی امانت ہونے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے تو دوسری طرف بعض اوقات ایسی بات بھی سامنے آتی ہے کہ ووٹ کا استعمال ناجائز ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جمہوریت، انتخابات اور ووٹ کے حوالے سے اگر تنظیم اسلامی کا موقف بیان کر دیا جائے تو بات ہر زاویہ سے واضح ہو جائے گی۔ تنظیم اسلامی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو اولاً پاکستان اور بالآخر ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کے لیے کوشاں ہے گویا دینِ اسلام کے جامع تصور پر یقین رکھتی اور اُسی جامع تصور کی بنیاد پر انقلابی جدوجہد کے ذریعے اُس نظام یعنی دینِ حق بالفاظِ دیگر خلافت جس کی خالص ترین عملی تعبیر خلافتِ راشدہ کے دور میں نظر آتی ہے کو قائم و نافذ اور غالب کرنے کی قائل ہے۔ تنظیم اسلامی کی سوچی سمجھی رائے ہے کہ پاکستان میں نفاذِ اسلام ووٹ، انتخابات اور جمہوریت سے انتہائی مشکل دکھائی دیتا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو یہ صرف انقلاب سے ہی ممکن دکھائی دیتا ہے۔ قرآن و سنت ہی سے اِستنباط کرتے ہوئے اسلامی انقلاب کے مراحل اخذ کیے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے انقلاب کیسے برپا کیا تھا، بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اسے واضح کر دیا یعنی انقلاب نبوی ﷺ کا منہج مرحلہ وار ہے، اُس کے مراحل کو کھول کر بیان کر دیا۔ یہ کتنے مراحل اور کس ترتیب سے ہیں، وہ اپنے خطابات میں واضح کر دیئے جنہیں جمع کر کے "منہج انقلاب نبوی ﷺ" کے نام سے ایک کتاب شائع ہوگئی لہٰذا اُس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حقیقت میں رتی بھر کسی کو شک نہیں کہ مسلمانوں کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کا حل صرف اور صرف اسلامی نظام میں ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب تک اسلامی انقلاب کے ذریعے ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست قائم نہیں کر دی جاتی اُس وقت تک کارِ سرکار کیسے چلایا جائے اور طرزِ حکومت کیا ہو۔ اس حوالے سے تاریخ یہ واضح کرتی ہے کہ جب سے دنیا انفرادیت سے آگے بڑھ کر اجتماعیت تک پہنچی ہے اور جب افراد قبائل کی صورت میں جمع ہوئے اور کسی نہ کسی انداز میں نظم و ضبط اور اصول یا قوانین طے کیے گئے اور حکم دینے اور سننے کا سلسلہ شروع ہوا تو دنیا نے سرداری نظام، بادشاہی نظام، فوجی ڈکٹیٹر شپ اور نظام خلافت کے تحت حکومتیں اور کارِ سرکار چلتا دیکھا ہم بانگ دہل کہہ سکتے ہیں کہ منہج نبوی ﷺ کے مطابق خالص نظام خلافت اگرچہ مختصر ترین وقت کے لیے رہا لیکن اللہ کی مخلوق کے لیے اُس سے بہتر کوئی نظام نہ آسکا اور نہ آئندہ عین اِسی نوعیت کا نظام ممکن ہے۔ یہی دور ایک سنہری دور تھا جب عدل اپنی معراج پر نظر آیا۔ جب شعبدہ بازی ہرگز نہیں تھی اور حُکام حقیقت میں خادم اعلیٰ تھے۔ گویا حدیث ''سید القوم خادمھم ''(قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے) کا عملی نمونہ تھے۔ اس دور میں حکومت کے سربراہ راتوں کو اُٹھ کر شہروں کی گلیوں میں چکر لگاتے تھے کہ کہیں کوئی بھوکا تو نہیں سویا، کسی پر ظلم تو نہیں ہوا۔ یقیناً یہی نظام اور طرزِ حکومت ہی مطلوب ہے کیونکہ جب اللہ کے بندے راضی ہوں گے تو اللہ بھی راضی ہو جائے گا۔ لیکن ظاہر ہے جب تک یہ دنیوی ہدف حاصل نہیں ہوتا یعنی اسلامی فلاحی ریاست قائم نہیں ہوتی تب تک کارِ ریاست تو چلانا ہے، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھنا۔ یہ انتظار تو نہیں کرنا کہ انارکی پیدا ہونے دو، دنگا فساد ہونے دو اور خاموش رہو۔ چنانچہ دیکھنا یہ ہوگا کہ اسلامی نظام یا نظامِ خلافت تک پہنچنے سے پہلے کس طرزِ حکومت کو اس عبوری دور میں سپورٹ کیا جائے اور کس کی مخالفت کی جائے۔ پھر یہ کہ جس طرح ایک انسان کو زندہ رہنے کے لیے ہوا اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جب تک نظام بدل نہیں جاتا اور اسلامی انقلاب آ نہیں جاتا مملکت کو زندہ رکھنے اور چلانے کے

لیے کوئی نظام تو درکار ہوگا۔ اس پس منظر میں تنظیم اسلامی کی رائے میں بادشاہت یا فوجی ڈکٹیٹر شپ کی نسبت جمہوریت قابلِ قبول ہے۔ پاکستان جیسے ملک میں یہ اس لیے بھی قابلِ قبول ہے کہ اس میں اسلامی انقلاب کے لیے کام کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ آزادی حاصل ہے۔ آپ دروسِ قرآن وحدیث کے ذریعے عوام کی ذہن سازی کر سکتے ہیں، آپ حکومت کے کسی غیر اسلامی یا غیر شرعی کام کے خلاف جلسہ یا احتجاج کر سکتے ہیں۔ ریلیاں نکال سکتے ہیں، آپ مختلف رسائل وجرائد میں تحریروں اور سوشل میڈیا کے ذریعے اسلامی انقلاب کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں۔ عوام الناس کو اسلامی طرزِ حکومت کے ثمرات بتا سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ ان میں سے کوئی کام بھی کسی بادشاہ یا فوجی طالع آزما کی مارشل لاء حکومت میں نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں کم ازکم سعودی عرب اور مصر کی مثال دی جاسکتی ہے۔

اب آجایئے ووٹ اور انتخابات کی طرف۔ کوئی بھی شخص بقائمی ہوش وحواس یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ خلافت راشدہ میں خلیفہ کے انتخابات کے لیے یہی ووٹنگ کا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا جو آج ہے۔ درحقیقت یہ سب ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد ہوا۔ حضور ﷺ نے کسی کو اپنے بعد خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا صرف حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے اپنے خصوصی تعلق کا ذکر فرمایا اور علالت کے دوران اُنہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا جسے ایک اشارہ کہا جاسکتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ ایک مشاورت کے نتیجہ میں خلیفہ بنے۔ حضرت عمر ؓ کو حضرت ابوبکر ؓ نے نامزد کیا۔ حضرت عمر ؓ نے ایک چھ (6) رکنی کمیٹی قائم کردی جن میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرنے کا کہا۔ اس کمیٹی نے جس طرح حضرت عثمان ؓ کے حق میں فیصلہ دیا، اُسے اُس دور کا ووٹنگ سسٹم کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ چھ میں سے چار افراد نے دستبرداری کا اعلان کردیا۔ اب میدان میں حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ رہ گئے۔ اُنہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ فیصلہ کریں کہ دونوں میں سے کون خلیفہ ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کے مردوں اور عورتوں سے یہاں تک کہ گلی میں کھیلتے بچوں سے حضرت عثمان ؓ اور حضرت علی ؓ کے بارے میں رائے لی اور نتیجتاً حضرت عثمان ؓ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اُس زمانے میں لوگوں کی رائے جاننے کے حوالے سے اس سے بڑھ کر کیا کیا جاسکتا تھا۔ کیا آج پاکستان جیسے ملک جس کی آبادی پچیس (25) کروڑ ہے، اُس میں یہ طریقہ کار قابل عمل ہے کہ کوئی گلی گلی محلے محلے جاکر پوچھے کہ کسے صدر یا وزیراعظم بنایا جائے۔ لہٰذا ووٹنگ کا موجودہ طریقہ کار مجبوری ہے۔ گویا موجودہ جمہوریت، اس خلا کے دوران جبکہ ابھی بوجوہ اسلامی نظام قائم نہیں ہے، کارسرکار چلانے کے لیے باقی طرز ہائے حکومت سے بہتر نظر آتی ہے۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جب اسلامی نظام کے تحت اسلامی ریاست وجود میں آئے گی تب بھی حکومت سازی کا کوئی نہ کوئی طریقہ تو طے کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ 25 کروڑ لوگوں کو جمع کرکے فرداً فرداً یہ پوچھا نہیں جاسکے گا کہ کس کو خلیفہ کے منصب پر فائز کریں۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ پہلا خلیفہ انقلاب لانے والی جماعت کا سربراہ ہوگا اس حوالے سے تو دو آرا نہیں ہیں لیکن بعد ازاں اُس طے شدہ طریقہ کے مطابق بات آگے بڑھے گی۔ جہاں تک اس عبوری دور میں ووٹ دینے کا تعلق ہے تو تنظیم اسلامی کی انتخابی سیاست کے حوالے سے پالیسی یہ ہے کہ تنظیم اسلامی نہ بحیثیت جماعت ملکی انتخابات میں حصہ لے گی، نہ ہی اپنے کسی رفیق/رفیقہ کو اجازت دے گی کہ وہ کسی انتخاب میں خود بحیثیت امیدوار کھڑا/کھڑی ہو یا کسی دوسرے امیدوار یا جماعت یا محاذ کے حق میں کنویسنگ کرے۔ البتہ رفقاء/رفیقات تنظیم اپنا حق رائے دہی، جو اصلاً قومی امانت ہے، ادا کرنے کے لیے کسی امیدوار کو ووٹ دے سکیں گے/گی۔ بشرطیکہ وہ امیدوار کم ازکم ظاہری اعتبار سے فسق وفجور کا مرتکب نہ ہو۔ اور کسی ایسی جماعت سے وابستہ نہ ہو جس کے منشور یا اس کی اعلیٰ قیادت کے اعلانیہ نظریات وتصورات میں کوئی بات خلاف شریعت موجود ہو۔ ان شرائط پر امیدوار اور اُس کی جماعت پوری اُترتی ہو تو اُسے ووٹ دیا جاسکتا ہے۔ تاہم نظم کے اعتبار سے اس ضمن میں متعلقہ رفیق/رفیقہ کی ذاتی رائے اور صوابدید ہی حتمی ہوگی۔

تنظیم اسلامی کے مطابق اس عبوری دور میں انتخابات بروقت اور وقتاً فوقتاً اس لیے ہونے بھی ضروری ہیں کہ لوگوں کی سوچ اور اُن کا طرزِ فکر سب پر عیاں رہے۔ وگرنہ اس حوالے سے ہی دنگا فساد ہوتا رہے گا کہ کون حکمران بنے اور کون نہ بنے۔ بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شے stuck نہیں ہونی چاہیے۔ پانی بھی ایک وقت تک کسی جگہ کھڑا رہے تو وہ بدبو دینے لگتا ہے۔ یہاں قارئین پر یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ اصلاً جمہوریت کس شے کا نام ہے اور یہ کب اور کہاں سے شروع ہوئی، لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ جمہوریت ہر لحاظ سے مغرب کے طفیل ہمارے سامنے آئی یا یہ کہ جمہوریت کا تصور یونان نے دیا تھا۔ جس کی کوئی عملی صورت اُس وقت سامنے نہ آئی لیکن جمہوریت اگر عوام کی حکومت ہے، عوام سے ہے اور عوام کے لیے ہے اور اس میں اس بات کا بھی اضافہ ہوجائے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہوگی اور کوئی قدم، عمل یا قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوگا۔ تو اس کا اصل نقشہ خلافت راشدہ کے دور میں دنیا نے دیکھا۔ پھر یہ کہ بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ نامزد ہوجاتے ہیں لیکن اُس وقت تک خلیفہ بننے سے انکار کردیتے ہیں جب تک اُنہیں وسیع مشاورت سے چُن نہیں لیا جاتا۔ پھر یہ کہ تاریخ شاہد ہے کہ کیسے عوام کی فلاح اور اُن کے تحفظ کے لیے خلفاء راتوں کو سوتے نہیں تھے۔ خلیفہ کا معیار زندگی کسی طرح بھی ریاست کے غریب آدمی سے بہتر نہ تھا۔ خلیفہ وقت پتھر کو تکیہ بنا کر صحرا میں آرام سے سوجاتا تھا۔ لباس میں کئی پیوند لگے ہوتے تھے لیکن اگر عوام میں سے کوئی چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اگر بھیک مانگتا نظر آجاتا تھا تو خلیفہ انتظامیہ پر برہم ہو جاتا تھا۔

اس موقع پر یہ سوال اُٹھتا ہے کہ تنظیم اسلامی کو اگر جمہوریت میں کچھ اوصاف نظر آتے ہیں تو تنظیم اسلامی خود جمہوری راستے کو اختیار کیوں نہیں کرتی اور وہ جمہوریت کے ذریعے اسلامی نظام کیوں نہیں لاتی؟ تو سوال کے پہلے حصے کا جواب یہ ہے کہ تنظیم اسلامی نے جمہوریت کا حوالہ صرف اُس عبوری دور کے لیے دیا ہے جب ملک میں کوئی فرسودہ نظام ہو اور اسلامی انقلاب کے لیے جدوجہد جاری ہو لہٰذا اُس کا سوچا سمجھا فیصلہ ہے کہ انقلاب لانے کے لیے انقلابی جماعت کی ضرورت ہوگی جو سمع وطاعت فی المعروف کی بیعت کی بنیاد پر بنی ہو اور جہاں تک سوال کے دوسرے حصے کا تعلق ہے تو عرض ہے کہ جمہوریت بیچاری تو خود انقلاب کی محتاج تھی وہ کیا انقلاب لائے گی یورپ میں انقلاب فرانس نے عملی طور پر جمہوریت کو متعارف کروایا۔ قصہ کوتاہ اگر آپ تنظیم اسلامی کو ان تمام حوالوں سے سمجھنا چاہتے ہیں تو جان لیں کہ وہ اُس نظام کے حق میں ہے جس میں قرآن وسنت کو مکمل بالادستی حاصل ہو، آئین ہو یا تعزیرات پاکستان، شریعت کے حوالے سے کسی قانون یا فرد کو کسی بھی درجہ میں کوئی استثناء حاصل نہ ہو۔ عدل کا ڈنکا بج رہا ہو چاہے اُس کی زد میں حکمران یا اُس کی فیملی آجائے۔ وقت کی حکومت کے پیشِ نظر وہ حدیث رہے جب آپ ﷺ نے قریش کی ایک فاطمہ نامی عورت کو چوری کے مقدمہ میں فیصلہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر (بالفرض محال) فاطمہؓ بنت محمد ﷺ بھی (خدانخواستہ) چوری کرتیں تو اُن کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا۔

ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا کریں۔

جنوبی افریقہ نے انٹرنیشنل کورٹ میں اسرائیل کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔لیکن ہمارے حکمران خاموش ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں

موجودہ عالمی حالات آخیر زمانے کی اسی بڑی جنگ کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں جسے آرمیگاڈان کہا گیا ہے

جب لوگ تعلیم کو کاروبار بنالیں گے تو ہماری نسلوں میں ملک وقوم کی خدمت اور امت کا جذبہ کیسے پیدا ہوگا؟

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم واحباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

سوال: تنظیم اسلامی نے اللہ کے فضل وکرم سے مسئلہ فلسطین کے حوالے سے کیا کیا خدمات پیش کی ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: قرآن کریم ہمیں امر بالمعروف ونہی المنکر کے فریضے کے متعلق بتاتا ہے کہ یہ اس امت کی ذمہ داری ہے۔جس قدر صلاحیت اور استطاعت کسی کے پاس ہے اس کے مطابق اسے اپنے مظلوم بھائی بہنوں اور بچوں کی مدد کرنا چاہیے اور ان کے لیے آواز بلند کرنی چاہیے اور دوسری طرف اسرائیل کے ظلم کے خلاف بھی آواز بلند کرنی چاہیے۔اس وقت اسرائیل کے ظلم کا یہ عالم ہے کہ غیر مسلم بھی اس کے خلاف سراپا احتجاج ہیں۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے مسلمانوں میں امت کا درد پیدا کرنا، مسلم حکمرانوں کو متوجہ کرنا، ان کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانا ضروری ہے۔اس کے لیے خطبات جمعہ، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا سمیت ہر ذریعہ ہم استعمال کر رہے ہیں۔علاوہ ازیں 15 دسمبر سے 25 دسمبر 2023ء تک تنظیم اسلامی کے تحت پورے پاکستان میں حرمت اقصیٰ مہم چلائی گئی جس میں مختلف شہروں میں سیمینارز منعقد کیے گئے، تمام بڑے شہروں میں مظاہرے اور ریلیوں کا اہتمام کیا گیا، لٹریچر تقسیم کیا گیا، فلیکس اور بینرز لگائے گئے۔اسی طریقے سے علماء، مقتدر طبقات، حکمرانوں تک بات پہنچانے کے لیے مختلف ذرائع اختیار کیے گئے۔25 دسمبر کو یہ مہم ختم ہوگئی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہمارا فرض ادا ہوگیا بلکہ یہ ہمارا مستقل کرنے کا کام ہے اور الحمدللہ جاری وساری ہے۔کرنے کے کاموں کے حوالے سے ہم نے بار بار توجہ دلائی کہ سب سے پہلے دعاؤں کا اہتمام کریں، قنوت نازلہ کا اہتمام کریں۔اپنے بچوں کی ذہن سازی کریں، بنی اسرائیل کی تاریخ خود بھی پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائیں۔انہیں مسجد اقصیٰ کی فضیلت اور اہمیت کے بارے میں بتائیں کہ ایک مسلمان کے لیے جس طرح مسجد حرام اور مسجد نبوی اہم ہیں اسی طرح مسجد اقصیٰ بھی اہم ہے۔جس طرح مسجد حرام یا مسجد نبوی کے ایک انچ پر کوئی کافر قبضہ نہیں کر سکتا، اسی طرح مسجد اقصیٰ کے ایک انچ پر قبضہ گوارا نہیں ہے۔اس کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے۔حماس ہو، فلسطین کے عوام ہوں، وہ مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ہمارے اوپر بھی فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں کے اندر جذبہ جہاد اور شوق شہادت پیدا کریں۔اسی طرح جس قدر ہم مالی تعاون فلسطین کے

مرتب: محمد رفیق چودھری

مسلمانوں کے ساتھ کر سکتے ہیں وہ کریں۔اس کے لیے ہم نے تین پلیٹ فارم تجویز کیے جن میں الخدمت فاؤنڈیشن، خبیب فاؤنڈیشن اور دارالعلوم کورنگی کراچی شامل ہیں۔خاص طور پر اپنے حکمرانوں اور مقتدر طبقات کو غیرت دلائیں۔لندن میں آٹھ لاکھ افراد نے جمع ہو کر اسرائیل کے خلاف احتجاج کیا، جنوبی افریقہ نے انٹرنیشنل کورٹ میں اسرائیل کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔لیکن ہمارے حکمران خاموش ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں۔مذمتی بیانات سے آگے بڑھ کر فلسطینیوں کی مالی، اخلاقی اور عسکری مدد کرنا ہمارے حکمرانوں کا اصل کام ہے جو کہ OIC کے چارٹر پر لکھا ہوا ہے۔اسرائیل روزانہ 200 کے لگ بھگ فلسطینی مردوں، عورتوں اور بچوں کو شہید کر رہا ہے۔اس قدر لاشیں روزانہ دیکھ کر بھی ہمارے حکمرانوں کا ضمیر نہیں جاگ رہا حالانکہ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ کعبہ سے زیادہ ایک مسلمان کی جان اللہ کی نگاہوں میں قدر وقیمت رکھتی ہے۔حکمران اس قدر بے حس نہ ہو جائیں کہ کل یہ وقت ان پر بھی آجائے۔آج اسرائیل لبنان پر بھی حملے کر رہا ہے، کل دوسرے مسلم ممالک کی باری بھی آئے گی۔اس لیے مسلم حکمرانوں کو غیرت ایمانی اور حمیت دینی کا ثبوت پیش کرنا چاہیے۔یہ سب وہ کام ہیں جو ہم تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے ان شاء اللہ۔

سوال: احادیث میں جو دور فتن کا ذکر ہے اس کے تناظر میں بتائیے کہ کیا فلسطین کے موجودہ حالات قرب قیامت کی علامات میں سے نہیں ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: احادیث میں آخری دور کی جس بڑی جنگ الملحمۃ العظمیٰ کا ذکر ہے، موجودہ حالات اسی جانب بڑھتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔مستقبل کے منظرنامے کو بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بہت عام کیا۔اس حوالے سے ان کے گلف وار کے دور کے خطابات موجود ہیں اور سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل کے عنوان سے کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔انگریزی میں اس کا ترجمہ "lesson from the history" کے عنوان سے موجود ہے۔آخری دور میں جب عالمی خلافت کا نظام قائم ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو ان کی مدد کے لیے ہمارے اس خطے سے بھی لشکر جائیں گے۔ہمارے سیمینارز میں جہاں علماء، صحافی حضرات، دانشور اور دیگر حضرات تشریف لائے اور انہوں نے بھی پاکستان کی اہمیت کو بیان کیا وہاں حماس کے سربراہ اسماعیل ہنیہ کا بھی 6 دسمبر کو بیان آیا کہ اگر پاکستان آواز اُٹھائے تو اسرائیل جنگ سے رُک سکتا ہے۔مسلمانان فلسطین بھی پاکستان سے توقع رکھتے ہیں۔1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں فتح کے بعد اسرائیل کے وزیراعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ ہمیں اصل خطرہ پاکستان سے ہے کیونکہ پاکستان ہمارا نظریاتی دشمن ہے۔اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو کئی مرتبہ کہہ چکا ہے کہ میری خواہش ہے کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کسی طور پر ختم ہو جائے۔اس اعتبار سے ہم مسلمانانِ پاکستان کو سمجھنا چاہیے کہ پاکستان اللہ تعالیٰ نے رمضان کی 27 ویں شب

میں عطا کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ایٹمی صلاحیت دی، میزائل ٹیکنالوجی دی، وسائل دیے۔ اس اعتبار سے ہماری ذمہ داری بھی بقیہ امت کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے۔ یہ وہ احساس ہے جو ہم عوام الناس کو بھی اور مقتدر طبقات اور حکمرانوں کو مستقل دلانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ آخری دور میں جیسا اللہ چاہے گا ویسے حالات پیدا کرے گا لیکن اہم بات یہ ہے کہ ہم اپنے حصے کا جو کام آج کرنا ممکن ہے وہ کریں۔

سوال: میں شیخوپورہ میں پرائیویٹ جاب کرتا ہوں۔ تنظیم اسلامی کے اجتماع میں وقتاً فوقتاً شریک ہوتا رہتا ہوں لیکن اکثر اوقات کام سے چھٹی نہیں ملتی۔ اگر میں ان حالات میں بیعت کرتا ہوں اور پھر مسلسل اجتماعات میں یا کسی اور تقریب میں شرکت نہیں کر سکتا تو اس بارے میں تنظیم کی کیا پالیسی ہے؟ (عبداللہ ہارون، لاہور)

امیر تنظیم اسلامی: جہاں اس طرح کے معاملات پیش آتے ہیں تو وہاں ہم رفقاء کو کچھ گنجائش بھی دیتے ہیں۔ بعض رفقاء پانچ دن جاب کرتے ہیں اور دو دن چھٹی کسی دوسرے شہر میں گھر پر گزارتے ہیں تو ان کو ہم تجویز کرتے ہیں کہ وہ پانچ دن جب کام پر ہوتے ہیں تو اس دوران شام کے وقت تھوڑا وقت نکال کر نظم کے اُسرہ میں شرکت کر لیں۔ اسی طرح کچھ رفقاء دور دراز کے علاقوں سے آ کر شہروں میں جاب کرتے ہیں اور 15 دن شہر میں رہتے ہیں اور 15 دن گاؤں میں رہتے ہیں تو ہم انہیں بھی یہی کہتے ہیں کہ 15 دن میں دو مرتبہ کم از کم نظم کے تحت اُسرہ میں شریک ہو جایا کریں۔ جہاں آپ کے لیے عملی طور پر اجتماعات میں شرکت ممکن ہے وہاں آپ لازماً شرکت کریں جہاں عملی طور پر شرکت نہیں کر سکتے وہاں آپ آن لائن شرکت کر سکتے ہیں، تنظیم کے لٹریچر کا مطالعہ کر سکتے ہیں، ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی آڈیو اور ویڈیوز سن سکتے ہیں۔ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہوتا ہے۔ جب نیت اور ارادہ پکا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی راستہ کھول دیتا ہے۔ اگر رفقاء اپنے ایسے حالات کو اپنے نقباء کے سامنے بیان کریں گے تو وہ اچھا مشورہ بھی دے سکیں گے۔ اصل میں لوگ سمجھتے ہیں کہ بیعت کر لی تو اس کے بعد ایسا ہو جائے گا، ویسا ہو جائے گا۔ ہم یہ کہیں گے کہ کلمہ پڑھ کے بھی تو already ایسا سب کچھ ہو چکا ہے۔ تنظیم میں آ کر آپ نے کچھ بھی نیا نہیں کرنا ہوتا بلکہ جو کچھ دین کے تقاضے ہیں ان کو ہی پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ البتہ فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ ایک اجتماعیت کے ساتھ جڑنے کی بدولت آپ کے لیے دین کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جاتا ہے۔

> جب ہم اس نظام میں جی رہے ہیں جہاں شریعت اسلامی نافذ نہیں ہے تو under protest جئیں گے اور اپنی زیادہ صلاحیتیں اس نظام کو بدلنے میں لگائیں گے۔

سوال: (1) میں سرکاری کالج کا طالب علم ہوں جہاں ہم صرف داخلہ فیس ادا کرتے ہیں، کوئی ماہانہ فیس ادا نہیں کرتے۔ چونکہ ہماری سرکار کی معیشت سود پر چلتی ہے تو کیا میں سود پر تعلیم حاصل کر رہا ہوں؟

(2) جہاں سودی نظام ہے وہاں کونسا پیشہ اختیار کیا جائے کیونکہ چور کے لیے گاڑی چلانا بھی تو اس چوری میں شامل ہونا ہی ہے؟

(3) سود کے خاتمے کے لیے تنظیم اسلامی کیا اقدامات کر رہی ہے اور اس میں ہم آپ کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں؟ (عبدالفتاح، پشاور)

امیر تنظیم اسلامی: جب باطل نظام ہو شریعت اسلامی نافذ نہ ہو تو سو فیصد معاملہ حلال کسی کا نہیں ہو سکتا یہ اصولی بات ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ جب ہم اس نظام میں جی رہے ہیں جہاں شریعت اسلامی نافذ نہیں ہے تو under protest جئیں گے، حتیٰ الوسع باطل نظام سے کنارا کش رہیں گے اور اپنی زیادہ صلاحیتیں اس نظام کو بدلنے میں لگائیں گے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی بالواسطہ طور پر سود سے بچا ہوا نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ بندہ خود براہ راست سود نہیں لے گا مگر سود کے غبار سے محفوظ نہیں رہے گا (ابوداؤد)۔

تعلیمی ادارے تو کیا مساجد میں بھی جو بجلی استعمال ہو رہی ہے وہ بھی حکومتی منصوبوں سے تیار ہو کر آتی ہے۔ یہ سڑکیں جن پر ہم گاڑیوں میں بیٹھ کر جاتے ہیں یہ بھی حکومت نے بنائی ہوئی ہیں۔ جو کپڑا ہم پہنتے ہیں یہ بھی سودی پروجیکٹس سے تیار ہوتا ہے۔ یعنی کسی کا بھی معاملہ سود سے پاک نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس کا حل یہ بتاتے تھے کہ اس نظام سے کم سے کم استفادہ کریں اور کفارہ کے طور پر اس نظام کو بدلنے کی جدوجہد میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ اگر یہاں اللہ کا دین نافذ ہو جائے گا تو یہ سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ بالفرض اگر نظام نہیں بھی بدلے گا تو کم سے کم ہم روز محشر اللہ کے حضور معذرت پیش کر سکیں گے کہ یا اللہ جس قدر استطاعت تھی میں نے باطل نظام کو بدلنے کی کوشش کی۔

دوسرا سوال کہ کونسا پیشہ اختیار کیا جائے۔ آپ کوئی ایسا پیشہ اختیار کر سکتے ہیں جس میں آپ براہ راست سود میں ملوث نہ ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق سود لینے والا، دینے والا، سودی معاملے پر گواہ بننے والا اور لکھنے والا چاروں برابر کے مجرم ہیں۔ یہ ضرب جہاں پڑتی ہو وہاں آپ جاب نہ کریں باقی جہاں بالواسطہ طور پر سود کے اثرات سے بچنا ممکن نہیں ہے تو وہاں آپ کفارہ کے طور پر اقامت دین کی جدوجہد میں حصہ لیں۔

تیسرا سوال تھا کہ تنظیم انسداد سود کے حوالے سے کیا کردار ادا کر رہی ہے۔ بنیادی طور پر تنظیم کا ہدف انقلابی جدوجہد کے ذریعے نظام کو بدلنے کی جدوجہد کرنا ہے۔ اس دوران میں جب تک انقلاب نہیں آتا تو ہم بدی کو اپنے ہاتھ سے بدلنے کی بھی کوشش کریں گے جس قدر ہم میں استطاعت ہوگی۔ جہاں اس کی طاقت ہمارے پاس نہیں ہے وہاں ہمارے پاس زبان سے روکنے کے راستے تو کھلے ہیں۔ ہم ہر فورم پر سودی نظام کے خلاف بات کریں گے۔ تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی نے مل کر سود کے خلاف کورٹ میں کیس لڑا اور الحمد للہ سود کے خلاف فیصلہ بھی آیا۔ اس کے بعد اس فیصلے کو نافذ کرنے کا اختیار ہمارے حکمرانوں کے پاس ہے، اس کا جواب انہوں نے خود اللہ کو دینا ہے۔ ہمارے بس میں جو ہے وہ ہم کریں گے۔ ہم خطبات جمعہ میں، سیمینارز میں، دیگر پروگرامز کے ذریعے سود کے خلاف آواز اٹھا سکتے ہیں، آگاہی منکرات مہم چلا سکتے ہیں۔ یہ سب کام تنظیم کر رہی ہے۔ جہاں تک اس میں تعاون کا سوال ہے تو دین کے تقاضوں پر عمل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ خود اللہ کا بندہ بننا، دوسروں کو اللہ کا بندہ بننے کی دعوت دینا، بندگی والے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا یہ سب ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔ ان کی ادائیگی کے لیے اجتماعیت اختیار کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا جو بھی اس جدوجہد میں حصہ لے گا وہ تنظیم کے ساتھ تعاون نہیں کر رہا بلکہ حقیقت میں وہ اپنے دینی فرائض ادا کر رہا ہے۔

سوال: ہمارے نظام تعلیم کے بنیادی اصول کیا ہونے چاہئیں؟ (راحیل گوہر، کراچی)

امیر تنظیم اسلامی: چند اصولی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا تو ان کو دو علوم دیے: علم الاسماء اور علم ہدایت۔ زمین پر خلافت قائم ہونی ہے تو زمین کے وسائل کا علم بھی ہونا ضروری ہے اور مسائل کا علم

ہونا بھی ضروری ہے۔ ان علوم کو ہم عصری علوم یا علم الاسماء کہتے ہیں۔ دوسرا علم جو اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیا وہ ہدایت کا علم تھا۔ آپ پہلے نبی بھی تھے اور اللہ نے پہلے دن سے ہی یہ فرما دیا تھا کہ: ﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝﴾ (البقرۃ) ”تو جب بھی آئے تمہارے پاس میری جانب سے کوئی ہدایت‘ تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ حزن سے دوچار ہوں گے۔“

آپ دنیا جہاں کے عصری علوم حاصل کریں مگر پہلے دن سے ہی اللہ نے حکم دیا ہے ان کو ہدایت کے تابع رکھا جائے۔ اللہ نے اپنے آخری نبی کو بھی سب سے پہلی وحی میں یہی بات بتائی:

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝﴾ (العلق)

”پڑھیے اپنے اُس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔“

اس وقت مغرب نے مادی علوم میں بڑی ترقی کی ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو وہاں انسانیت بے پناہ مسائل کا شکار ہو چکی ہے۔ بقول ڈاکٹر اسرار احمدؒ وجہ یہ ہے کہ ان کی مادی علوم والی آنکھ تو کھلی ہے لیکن ہدایت والی آنکھ بند ہو چکی ہے۔ انگریز مفکر کے بڑے مشہور الفاظ ہیں کہ ہم نے ہواؤں میں اڑنا سیکھ لیا، آج ہم چاند پر پہنچ گئے، سمندر کی گہرائیوں میں جانا سیکھ لیا، اگر نہیں سیکھ سکے تو انسان بننا۔ انسان کو انسان بنانے والی چیز ہدایت ہے۔ لہٰذا ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی اصول یہ ہونا چاہیے کہ ہم جتنے مرضی عصری علوم حاصل کریں مگر انہیں علم ہدایت کے تابع رکھیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں الگ الگ کوئی 13 سے زائد نظام ہائے تعلیم چل رہے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ نظام تعلیم ایک ہی ہونا چاہیے اور اس میں میٹرک یا انٹرمیڈیٹ تک قرآن اور حدیث کی تعلیم بھی دی جانی چاہیے تاکہ ہماری نسلوں میں دین کی بنیادی تعلیمات تو ہوں۔ اس کے بعد کوئی ڈاکٹر بننا چاہتا ہے، کوئی انجینئر بننا چاہتا ہے، کوئی عالم بننا چاہتا ہے، کوئی مفتی بننا چاہتا ہے تو اس کے پاس ایک Base موجود ہوگی۔ تیسری بات یہ ہے کہ نظام تعلیم کو کمرشل نہ ہونے دیا جائے۔ جب تعلیم کو کمرشل کر دیا جائے گا تو جو نسل تیار ہوگی اس کے مائنڈ سیٹ میں کمرشلائزیشن بیٹھ جائے گی۔ کوئی ڈاکٹر بنے گا، انجینئر بنے گا، استاد بنے گا تو وہ اپنے پیشے کو کمرشلائز کرے گا اور اس طرح اخلاقیات کا ستیاناس ہو جائے گا۔ دنیوی اعتبار سے لوگ کہتے ہیں کہ ملک وملت کے لیے کچھ کرنے کا جذبہ ہو، ایمانی اعتبار سے دیکھیں تو اس اُمت کا درد ہر مسلمان کے سینے میں ہونا چاہیے، محمد مصطفیٰ ﷺ کے mission سے تعلق ہونا چاہیے۔ لیکن جب ہم تعلیم کو کاروبار بنالیں گے تو یہ جذبہ کہاں رہے گا؟

سوال: ہم پاکستان میں تعلیم سے سیرت سازی کا کام کیسے لے سکتے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: کردار سازی کی پہلی کتاب ہمارے لیے قرآن حکیم ہے اور سیرت کے لیے اہم ترین نمونہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ قرآن و حدیث کو تعلیم کا لازمی حصہ بنایا جائے۔ اللہ کا شکر ہے علم فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ہم ایک ایسا قرآنی نصاب مرتب کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں جو سکول لیول سے طلبہ وطالبات کو پڑھایا جائے گا۔ اس نصاب پر تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہو چکا ہے۔ یعنی یہ نصاب فرقہ واریت اور اختلافی مسائل سے پاک ہوگا۔ وفاقی وزارت تعلیم نے اس نصاب کو منظور کر لیا ہے اور اس وقت کے پی کے اور پنجاب میں یہ نصاب پڑھایا جارہا ہے۔ اس میں اگر سیرت نبوی کو بھی ایڈ کر لیا جائے تو ہم بچوں کو بہترین نصاب دے سکتے ہیں جس میں ایمانی تربیت بھی ہوگی، فکر آخرت بھی ہوگی، کردار سازی اور سیرت سازی کا پہلو بھی ہوگا۔ ان شاءاللہ!

سوال: تنظیم اسلامی کو قائم ہوئے 46 سال ہو گئے لیکن اس کے باوجود ابھی تک اپنا حلقہ احباب قائم نہیں کر سکی جبکہ جماعت اسلامی اپنا چھوٹا موٹا ہی صحیح لیکن ایک حلقہ احباب قائم کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ اس کا نشریاتی ادارہ بھی ہے۔ طلبہ تنظیم بھی ہے۔ سٹریٹ پاور بھی ہے اور اس کی تعلیمی اداروں میں پہنچ بھی ہے۔ تنظیم اسلامی اس لیول کی تنظیم کیوں نہیں بن سکی؟ (عارف نبی، مقبوضہ کشمیر)

امیر تنظیم اسلامی: اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جماعت اسلامی پاکستان میں ملک گیر سطح پر ایک بڑی منظم جماعت ہے جس نے بہت سارے شعبہ جات زندگی میں حصہ لیا۔ اس جماعت کے ساتھ ہمارا بنیادی اختلاف انتخابی سیاست کے حوالے سے ہے اور یہ نظریاتی اختلاف ہے۔ البتہ جہاں بھی ہمارا کوئی مسلمان بھائی دین کے لیے محنت کر رہا ہے وہ ہمارا بھائی ہے، اس کے لیے ہمارے دل میں وسعت بھی ہونی چاہیے اور اختلافات کو علمی انداز سے پیش کرنا چاہیے لیکن مشترکات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون بھی ہونا چاہیے۔ جیسا کہ جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی نے مل کر انسداد سود کا کیس عدالت میں لڑا۔ اسی طرح بہت سارے مواقع پر ہم اپنے سیمینارز میں جماعت اسلامی کی قیادت کو اور دیگر ذمہ داران کو دعوت دیتے ہیں، کبھی وہ ہمیں بلاتے ہیں۔ الحمدللہ! یہ اشتراک کا معاملہ مشترکہ امور پر رہتا ہے۔ جہاں تک حلقہ احباب بڑھانے کا تعلق ہے تو بہتری کی گنجائش ہر وقت رہتی ہے اور کوشش بھی ہوتی ہے۔ بحیثیت امیر تنظیم اسلامی میں

ہمارے نظام تعلیم کا بنیادی اصول یہ ہونا چاہیے کہ ہم جتنے مرضی عصری علوم حاصل کریں مگر انہیں علم ہدایت کے تابع رکھیں۔

درخواست کروں گا کہ میرے حق میں دعا کریں کہ اللہ مجھے مزید بہتری لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ البتہ تنظیم اسلامی کے رفقاء کی تعداد ہزاروں میں ہے الحمدللہ۔ اگر احباب سے مراد ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے محبت اور عقیدت رکھنے والے ہیں تو ان کی تعداد الحمدللہ لاکھوں میں ہے۔ البتہ ان کو engage کرنا اصل کام ہے کہ بھئی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے صرف دروس نہیں دیے بلکہ غلبہ دین کی جدوجہد کے لیے ایک جماعت بھی قائم کی ہے جس کا نام تنظیم اسلامی ہے۔ اگر آپ ان سے محبت اور عقیدت رکھتے ہیں تو آگے بڑھ کر اس قافلے میں شامل ہو جائیں۔ جہاں تک بہت سارے شعبہ جات زندگی میں حصہ لینے کا تعلق ہے جیسا کہ جماعت اسلامی نے کیا کہ طلبہ کے لیے الگ تنظیم بنا دی جائے، تاجروں کے لیے الگ، اساتذہ کے لیے الگ تو یہ کام تنظیم اسلامی نے نہیں کیا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ تنظیم اسلامی کے پاس سینکڑوں کی تعداد میں اساتذہ کرام اور پروفیسرز موجود ہیں جو مختلف کالجز اور یونیورسٹیز میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ 40 کے قریب پی ایچ ڈیز موجود ہیں، اسی طرح انجینئرز، ڈاکٹرز، صنعت کار اور تاجر بھی ہیں۔ 200 سے زائد درس نظامی کے فاضلین بھی ہیں، ائمہ مساجد بھی ہیں، علماء بھی ہیں، الغرض ہر شعبہ کے لوگ حلقہ تنظیم میں موجود ہیں۔ الحمدللہ۔ اسی طرح خواتین کا بھی ایک نظم تنظیم میں موجود ہے۔ البتہ بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ آپ دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: مغربی ممالک میں عریانیت عام ہے جس کے نتیجے میں خواتین کی عصمت دری ہوتی ہے۔ شادی کے بغیر رشتہ معمول بن گیا، خاندانی نظام تباہ ہے۔ انہی خرافات کو پاکستان میں بھی ماڈرن رہنما جمہوریت کی آڑ میں امپورٹ کرتے ہیں، یہاں تک کہ LGBTQ جیسے

قوانین بن گئے، پوری قوم مغربی طرز زندگی یا شیطانی جال میں پھنس چکی ہے کہ کسی طرح بھی یہ ملک مسلم ملک نظر نہیں آرہا۔ اس نظام کو چیلنج کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ مذہبی رہنماؤں خصوصاً تنظیم اسلامی کے رہنماؤں کی خاموشی سمجھ میں نہیں آتی۔ کیا محمد ﷺ نے کھڑے ہو کر سسٹم کو چیلنج نہیں کیا تھا؟ (کاشف لطیف)

امیر تنظیم اسلامی: حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے ذاتی معاملات میں کبھی کسی سے انتقام نہ لیا، نہ غصے کا اظہار فرمایا لیکن جب اللہ کی حدود میں سے کوئی حد ٹوٹتی تو سب سے بڑھ کر غصہ اللہ کے رسول ﷺ کو آتا تھا۔ یہ تو عین ہمارے دین کا تقاضا ہے کہ منکرات کو دیکھ کر میرے چہرے کا رنگ بدلنا چاہیے اور ان کے خلاف میرے دل میں نفرت ہونی چاہیے۔ اس کو بدلنے کے لیے کچھ نہ کچھ مجھے اپنے حصے کا کام کرنا چاہیے۔ اس لحاظ سے ہم ان بھائی کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ جہاں تک نظام کے خلاف کھڑے ہونے کا تعلق ہے تو اس کا طریقہ بھی ہمیں نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے سیکھنا پڑے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا اس مسئلے پر مشہور خطاب ہے جواب رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب کے عنوان سے کتابی شکل میں بھی موجود ہے۔ آپ ﷺ وحی کے بعد 13 برس مکہ میں رہے اور کسی بت کو نہیں توڑا۔ یہ وہ حکمت اور فلسفہ ہے جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ منکرات کے خلاف جدوجہد کے اللہ کے رسول ﷺ نے تین درجات بیان فرمائے۔ اگر بدی کو دیکھو تو ہاتھ سے بدل دو، ہاتھ سے نہیں بدل سکتے تو زبان سے بدلو، زبان سے بھی نہیں بدل سکتے تو دل میں بُرا جانو لیکن یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ اس لحاظ سے اگر مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ معاشرے میں برائی کو ہاتھ سے روک سکوں تو اپنے گھر میں تو مجھے اختیار ہے۔ جہاں انسان کے پاس اختیار اور طاقت ہے وہاں اس کے مطابق دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا لازم ہے۔ نظام کو بدلنے کی جدوجہد کرنا ہمارا فرض ہے لیکن اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہیں تو زبان سے اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ منکرات کے خلاف کھل کر بولتے تھے۔ ان کو جو اللہ نے صلاحیت دی تھی وہ تو ہمارے پاس نہیں ہے لیکن جس قدر صلاحیت اور استطاعت ہے، ہم بھی برائی کے خلاف بات کرتے ہیں، اپنے خطبات جمعہ میں اس پر گفتگو کرتے ہیں، تنظیم اسلامی کے تحت ہر تین ماہ کے بعد ملک گیر آگاہی منکرات مہمات چلائی جاتی ہیں۔ لٹریچر تقسیم کرتے ہیں۔ علماء، دانشوروں، صحافیوں، مقتدر طبقات، حکمرانوں کو خطوط کے ذریعے اور مختلف ذرائع استعمال کر کے منکرات کے خلاف اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں یاددہانی کرواتے ہیں کہ اس امت کو خیرِ امت اسی لیے بنایا گیا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:110)

''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے۔''

تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے منہج انقلاب نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ کام ہو رہا ہے۔ اس کے نتائج کب سامنے آئیں گے وہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ ہمیں صرف اپنا فریضہ ادا کرنا ہے۔ تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام جو مظاہرے ہوتے ہیں ان کے ذریعے عملی طور پر بھی ہم دنیا کو یہی پیغام دیتے ہیں کہ انسان کو ہر قسم کی برائی کے خلاف کھڑا ہونا چاہیے۔ ہمارے مظاہرے ہوتے ہیں تو ہم ٹریفک کو ڈسٹرب نہیں کرتے، ہم سڑک کے دونوں کناروں پر پرامن کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر ہم ریلی نکالیں گے تو باقاعدہ ایک لین میں، ایک کارنر پر چل رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ پولیس اہلکار بھی کہتے ہیں کہ عام طور پر ریلیوں اور مظاہروں میں ہمیں تو ٹریفک کو بڑا کنٹرول کرنا پڑتا ہے اور بڑا چوکس رہنا پڑتا ہے کہ کوئی توڑ پھوڑ نہ ہو جائے لیکن آپ لوگ بڑے پرامن ہیں کہ کوئی مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کراچی میں انسداد سود کی مہم کے دوران ایک مظاہرہ ہو رہا تھا۔ کسی غیر ملکی خاتون نے سوشل میڈیا پر پوسٹ لگائی کہ اس قدر ڈسپلن کے ساتھ اور پُرامن طریقے سے مظاہرہ کرتے ہوئے آج تک میں نے دنیا میں کہیں کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نے لکھا میں ان کی زبان نہیں سمجھ سکی کہ یہ کیا کہہ رہے تھے البتہ جو کچھ کر رہے تھے it was amazing ۔ یہ ایک رفیقِ تنظیم کا ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ منکرات کے خلاف آواز بلند کرے۔ جہاں اس کا اختیار چلتا ہے وہاں ہاتھ سے برائی کو روکے اور دین کو نافذ کرے، جہاں ہاتھ سے روکنے کا اختیار نہیں ہے وہاں زبان سے روکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

❀❀❀

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

''مرکز تنظیم اسلامی نزد گرڈ سٹیشن ڈبر (تیمر گرہ) ضلع دیر پائین'' (حلقہ مالاکنڈ) میں

18 تا 24 فروری 2024ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ **اسلام کا انقلابی منشور** ☆ **جہاد فی سبیل اللہ**

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

23 تا 25 فروری 2024ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں ☆ **اسلام کا انقلابی منشور (سماجی سطح پر)**

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0343-0912306/0345-9535853

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)35473375-78

انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں اسرائیل کے خلاف کیس بہت مضبوط ہے اگر فیصلہ میرٹ پر ہوا تو اسرائیل کے خلاف ہی آئے گا : رضاء الحق

جب جنوبی افریقہ اسرائیل کے خلاف عدالت جا سکتا ہے تو پاکستان جس کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ لکھا ہے، کیوں اس حوالے سے آواز بلند نہیں کرتا: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

ایران کا پاکستانی سرحدوں پر حملہ بہت ہی الارمنگ ہے۔ اس وقت امتِ مسلمہ کے اتحاد کی ضرورت ہے: ڈاکٹر انوار علی

میزبان: وسیم احمد

کیا دنیا تیسری عالمی جنگ کے دہانے پر پہنچ چکی ہے؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس میں اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی نسل کشی کے حوالے سے دائر کیس کی ابتدائی سماعت ہوئی ہے۔ اس کی کیا تفصیلات ہیں؟

رضاء الحق: انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس اقوام متحدہ کے چھ بڑے اداروں میں سے ایک ہے۔ جنوبی افریقہ نے اس میں اسرائیل کے خلاف کیس دائر کیا تھا۔ 11 جنوری 2024ء کو اس کی ابتدائی سماعت ہوئی جس میں جنوبی افریقہ نے اپنے دلائل دیے کہ اسرائیل فلسطینیوں کی نسل کشی کر رہا ہے۔ 12 جنوری کو اسرائیل نے اس کے جواب میں دلائل دیے۔ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس پندرہ ججز پر مشتمل ہوتی ہے لیکن جب دو ممالک کا کیس ہوتا ہے تو ان دونوں ممالک کا بھی ایک ایک ایڈہاک جج اس میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس عدالت میں نسل کشی کے مقدمات پہلے بھی دائر ہوئے ہیں لیکن فیصلہ آنے میں سالوں لگ گئے۔ سربیا میں ہونے والی نسل کشی کا مقدمہ 1995ء میں دائر ہوا تھا لیکن اس کا فیصلہ 2007ء میں آیا۔ البتہ درمیان میں انٹریم پیریڈ کے لیے عالمی عدالت ایک آرڈر پاس کر سکتی ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ یہ کیس قابل سماعت ہے لہٰذا نسل کشی کے واقعات کو روک دیا جائے۔ نسل کشی کے مقدمات 1948ء کے جینوسائڈ کنونشن کے تحت فائل کیے جاتے ہیں اور جنوبی افریقہ نے اسی کے مطابق ہی یہ کیس فائل کیا ہے۔ اس کی شق نمبر دو میں نسل کشی کی تعریف بتائی گئی ہے کہ کسی قوم، نسل یا مذہبی گروہ کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کرنے کے ارادے سے جو کام کیے جائیں وہ نسل کشی میں شمار ہوں گے۔

1۔ اس گروہ یا نسل کے لوگوں کی ہلاکت

2۔ ان کو شدید ذہنی یا جسمانی نقصان پہنچانے کا ارادہ اور اس کے اوپر عمل

3۔ ان پر ایسے حالات مسلط کرنا جس کے باعث وہ جزوی یا کلی طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔

مرتب: ابوابراہیم

4۔ ایسے حالات ان پر مسلط کرنا کہ ان کی نسلیں نہ پروان چڑھ سکیں بلکہ پیدا بھی نہ ہو سکیں۔

5۔ ان کے بچوں کو ایک گروہ سے چھین کر کسی دوسرے گروہ کو منتقل کر دینا۔

ان شقات کو سامنے رکھ کر اگر ہم موجودہ اسرائیل کے مظالم کا جائزہ لیں تو وہ عملی طور پر فلسطینیوں کی نسل کشی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کے واضح ثبوت سوشل میڈیا کے ذریعے ساری دنیا کے سامنے بھی آ چکے ہیں۔ ساؤتھ افریقہ نے عدالت میں پورے دلائل دیے ہیں جن میں وہاں کی فوٹیج اور اقوام متحدہ کی رپورٹس بھی شامل ہیں۔ پھر اسرائیل کے لوگوں کے اپنے بیانات بھی ہیں کہ غزہ کے مسلمانوں کو یہاں سے نکال باہر کیا جائے گا۔ یعنی نسل کشی کے سارے پیمانے وہاں پورے ہو رہے ہیں۔ عدالت میں اسرائیل کا رویہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ تھا۔ پہلے اس نے کہا کہ یہ کورٹ کی jurisdiction نہیں بنتی۔ پھر اس نے کہا کہ یہودیوں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے اور اس سے پہلے ہمارے خلاف ہولوکاسٹ بھی ہوا تھا۔ حالانکہ جن کے ساتھ ہولوکاسٹ ہوا تھا وہی اب دوسرا ہولوکاسٹ کر رہے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم تو سیلف ڈیفنس کر رہے ہیں حالانکہ جو قبضہ کرنے والی فوجیں ہوتی ہیں ان کو سیلف ڈیفنس کا حق ہی نہیں ہوتا۔ بہرحال کیس بہت مضبوط ہے۔ اگر تو میرٹ پر فیصلہ ہو تو اسرائیل کے خلاف ابتدائی طور پر فیصلہ آ جانا چاہیے۔ لیکن سیاسی بنیادوں پر فیصلہ ہوا تو بات دوسری ہے۔

سوال: 100 دن سے اوپر ہو گئے غزہ پر اسرائیلی مظالم جاری ہیں۔ 57 مسلم ممالک میں سے کسی نے اسرائیل کے خلاف عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا، جنوبی افریقہ نے یہ کیس کیا تو کیا اب بھی کسی مسلم ممالک کو اس مقدمہ میں پارٹی نہیں بننا چاہیے؟

فرید احمد پراچہ: کیس مسلمانوں کا ہے انہیں ہی فائل کرنا چاہیے تھا۔ بلکہ قرآن کا حکم تو اس سے بھی آگے ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (النساء: 75) ”اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم قتال نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔“

یعنی جہاد فی سبیل اللہ تو مسلمانوں کے کرنے کا کام ہے۔ جس طریقے سے جنوبی افریقہ کیس عدالت میں لے گیا اور اسرائیل کے مظالم کی ویڈیوز اس نے پیش کی ہیں ان میں کئی ویڈیوز تو اسرائیل کی اپنی بنائی ہوئی تھیں۔ یعنی اسرائیل اپنے مظالم پر فخر کر رہا ہے۔ ہم نیلسن منڈیلا کے دیس کو سلام پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے بہت جرأت مندانہ کام کیا۔

عالمی عدالت میں کوئی بھی ملک کیس لے جاسکتا ہے اس کا فریق ہونا ضروری نہیں ہے۔ مسلمان ممالک نے بڑی کوتاہی کی ہے اور اب تک مسلسل کوتاہی ہو رہی ہے۔ 57 مسلم ریاستیں ہیں، 50 لاکھ سے زیادہ افواج ہیں۔ ایٹمی طاقت بھی ہے، سب کچھ ہونے کے باوجود اسرائیل کی اعلانیہ غنڈہ گردی اور ریاستی دہشت گردی مسلسل جاری ہے اور امریکہ پارٹی بن کر اس کا ساتھ دے رہا ہے۔ اگر وہ ساتھ دے سکتا ہے تو ہم تو فلسطینی مسلمانوں کے قدرتی طور پر پارٹنر ہیں۔ ہمارا تو اپنا کیس ہے کیونکہ مسجد اقصیٰ کی فضیلت اور اہمیت ہر مسلمان کے لیے یکساں ہے۔ تازہ اطلاعات کے مطابق انڈونیشیا کا پروگرام سامنے آیا کہ وہ اس کیس کو فروری میں انٹرنیشنل کورٹ آف کرائم میں لے کر جائے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ پاکستان کے نام کے ساتھ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے وہ کیوں اس حوالے سے آواز بلند نہیں کرتا۔ حالانکہ واحد ایٹمی ملک ہے۔ اس کے اوپر تو زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ہم تو اسرائیل اور اُس کے معاونین کو دھمکی دے سکتے ہیں، عسکری طور پر اس کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں لیکن ہم عدالتی جنگ لڑنے کے لیے بھی آگے نہیں بڑھ رہے۔ مسلمان ممالک کو اپنا ایک کردار ادا کرنا چاہیے ورنہ امت میں مایوسی پیدا ہو رہی ہے۔ یورپ کے لوگ انسانی بنیادوں پر آواز اٹھا رہے ہیں، ہم مسلمان ہو کر اگر دینی بنیادوں پر بھی مسئلہ کو نہیں اٹھا رہے تو یہ ہمارے لیے انتہائی شرمناک پہلو ہے۔

سوال: کیا ICJ کے فیصلوں کی کوئی قانونی حیثیت ہے اور کیا تمام ممالک عالمی عدالت کے فیصلے کو ماننے کے پابند ہیں۔ اگر کوئی اس کے فیصلوں کو نہ مانے تو اس کے خلاف کیا ایکشن لیا جاتا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: یہ کیس اس بنیاد پر دائر کیا گیا ہے کہ اسرائیل کا یہ اقدام نسل کشی کے مترادف ہے، یہ دو ممالک کے درمیان کسی جنگ کا معاملہ نہیں ہے بلکہ پوری قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا کھیل ہے جو اسرائیل کھیل رہا ہے۔ عدالت میں اس کیس کے حوالے سے دونوں طرف سے دلائل اور شواہد بھرپور انداز میں آئے ہیں۔ اسرائیل نے ایسی فوٹیجز اور کلپس پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم اپنے دفاع کی جنگ لڑ رہے ہیں اور حماس ایک دہشت گرد تنظیم ہے جس نے رہائشی علاقوں کو اپنا اڈا بنا کر وہاں سے اسرائیل پر راکٹ فائر کیے ہیں۔ لہٰذا اسرائیل پورا حق رکھتا ہے کہ وہ جوابی کارروائی کے طور پر ان پر بمباری کرے۔ عالمی عدالت انصاف ہالینڈ میں موجود ہے۔ اس کے فیصلے کو تمام ممالک ماننے کے پابند ہیں لیکن تاریخی طور پر جائزہ لیں تو اس کے فیصلوں پر عمل درآمد بہت کم ہوا ہے۔ 2004ء میں اسرائیل نے یروشلم میں جو دیوار وغیرہ بنائی تھی اس کے حوالے سے بڑا واضح فیصلہ آیا لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ اسی عدالت نے ایک دفعہ امریکہ کے خلاف فیصلہ دیا لیکن امریکہ نے اس فیصلے کو کوئی گھاس نہیں ڈالی۔ دعویٰ کرنے والے فریق نے اس معاملے کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں چیلنج کر دیا

> **نائن الیون کے بعد امریکہ کی اسٹریٹجیک پالیسی یہی ہے کہ مڈل ایسٹ میں جنگ ہو تاکہ گریٹر اسرائیل کا قیام ممکن ہو اور روس اور چین کو قابو میں رکھا جاسکے۔**

لیکن امریکہ نے اس قرارداد کو ویٹو کر دیا۔ مختصراً یہ کہ اگر امریکہ کسی مقدمہ میں فریق ہے تو آپ وہاں سے کوئی خیر کی امید نہیں رکھ سکتے۔ اگر فیصلہ اسرائیل کے خلاف آجاتا ہے تو کیا اسرائیل اس کو مانے گا؟ اگر وہ نہیں مانتا تو پھر ہم اس کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں لے جائیں گے اور وہاں امریکہ اس کو ویٹو کر دے گا۔

سوال: امریکہ ظاہری طور پر اس جنگ کو فلسطین کے اندر ہی رکھنا چاہتا ہے لیکن دوسری طرف امریکہ اور برطانیہ نے حوثیوں کے مقامات پر بمباری کی ہے جس سے کافی لوگ شہید اور زخمی ہوئے ہیں۔ امریکہ کے اس طرزِ عمل کے کیا نتائج سامنے آسکتے ہیں؟

رضاء الحق: جنگ عظیم دوم کے بعد سے اب تک امریکہ نے جگہ جگہ حملے کیے۔ ویت نام، کوریا، لاطینی امریکہ، 1990ء میں عراق سمیت اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ نائن الیون کے بعد سے اب تک امریکہ اور اسرائیل دونوں حالت جنگ میں ہیں۔ اسرائیل نے شروع سے ہی فلسطینیوں کی نسل کشی جاری رکھی ہوئی ہے۔ پھر آس پاس کے چار عرب ممالک سے جنگیں کیں۔ اوسلو معاہدے کے تحت مغربی کنارے میں فلسطین اتھارٹی قائم کی گئی اور کہا گیا کہ مزید آبادکاری نہیں ہوگی لیکن وہاں یہودی آبادکاروں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ حماس کے حملے کے بعد بھی مغربی کنارے میں نسل کشی جاری ہے اور مزید آبادکاروں کو لایا جا رہا ہے۔ امریکہ نے نائن الیون کے بعد پہلے افغانستان پر حملہ کیا پھر عراق پر حملہ کیا۔ عرب اسپرنگ کے ذریعے پہلے لیبیا میں رجیم چینج کروائی پھر شام میں مسلمانوں کو تباہ کیا۔ بہرحال ان کے بیانات مختلف ہیں اور کام یہ کچھ اور کر رہے ہیں۔ جہاں تک حوثیوں کے ساتھ جنگ کا معاملہ ہے تو 2015ء میں انہوں نے سعودی عرب کو بڑا ٹف ٹائم دیا۔ کیونکہ ان کے پاس اسلحہ بھی موجود ہے اور ان کی بیک پر ایران بھی ہے۔ یمن کے بڑے علاقے پر حوثیوں کی حکومت ہے۔ جب اسرائیل نے ان کے خلاف کچھ کارروائیاں کیں تو انہوں نے بھی جواب دیا۔ بحیرہ احمر اور خلیج فارس وغیرہ یمن کے آس پاس ہیں اور یہاں موجود تجارتی روٹ بہت اہم ہیں۔ ایران اور حوثی پہلے بھی دھمکی دیتے تھے کہ اگر ہمارے خلاف کوئی کارروائی ہوئی تو ہم اس علاقے کو بند کر دیں گے۔ بہرحال انہوں نے کچھ کارروائیاں کیں۔ اس کے جواب میں امریکہ اور برطانیہ نے حملے کیے ہیں۔ یہ کوئی آج کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ نائن الیون کے بعد امریکہ کی جو بھی نئی سٹریٹیجک پالیسی آتی رہی ہے اس میں فوکس یہی تھا کہ مڈل ایسٹ میں جنگ کرنی ہے۔ یعنی وہ مڈل ایسٹ میں جنگ چاہتے ہیں جس کے ذریعے وہ گریٹر اسرائیل کا قیام اور چین اور روس کو قابو میں رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر امریکہ اور اسرائیل کی آنکھوں میں پاکستان کھٹکتا ہے۔ اسرائیل اپنا گریٹر اسرائیل کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے چاہتا ہے کہ اسلامی ایٹمی پاکستان نہ رہے۔ لہٰذا پاکستان کی ایٹمی صلاحیت، نظریاتی پاکستان اور پاکستانی فوج کو کمزور کرنا یہ اس کے مقاصد ہیں۔ ہمیں حوثیوں اور ایران کے خلاف کسی ایسی strategy کا حصہ نہیں بننا چاہیے جو ہمارے لیے مستقبل میں نقصان دہ ثابت ہو۔

سوال: اگر امریکہ، برطانیہ اور اسرائیل حوثیوں کے خلاف جنگ کو طول دیتے ہیں تو پھر ایران کا ممکنہ ردِعمل کیا ہوگا؟

ڈاکٹر انوار علی: صورت حال بہت خطرناک ہوتی جا رہی ہے۔ ایران کا پاکستانی سرحدوں پر حملہ بہت ہی

الارمنگ ہے۔ جہاں تک ایران کے کردار کا تعلق ہے تو 1979ء سے اب تک اس کی طرف سے بہت بلند و بانگ دعوے سامنے آئے ہیں اور اسرائیل اور امریکہ کے خلاف بڑی بڑی دھمکیاں ایران نے دی ہیں لیکن عملی طور پر کوئی اقدام نہیں نظر آتا۔ اگر حوثیوں کے خلاف کوئی کارروائی ہوتی ہے تو ایران کی طرف سے کوئی بہت بڑا ردعمل ہمیں نظر نہیں آتا۔ کیا ایران کی دھمکی اس قابل ہے کہ وہ اسرائیل اور امریکہ کو روک سکے۔ ایسا ہمیں نظر نہیں آتا۔ یعنی انہیں ایران کا کوئی خوف نہیں ہے۔ البتہ موجودہ حالات میں مثبت پہلو یہی ہے کہ حماس کی حمایت میں صرف دو ہی تنظیمیں سامنے آئی ہیں۔ ایک حزب اللہ اور دوسرے یمن کے حوثی اور ان دونوں کا لنک ایران کے ساتھ ہے۔ یہاں سنی اور شیعہ دونوں مل کر اسرائیل اور امریکہ کے خلاف ایکشن لے سکتے ہیں۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ حوثی ٹھکانوں پر حملوں کے لیے پاکستانی نیوی بھی امریکہ کی معاونت کے لیے تیار ہے اور اس نے اپنی پوزیشن سنبھال لی ہے۔ کیا یہ خبریں درست ہیں؟

فرید احمد پراچہ: یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ پاکستان کی فوج، فضائیہ، نیوی وغیرہ قوم کی اجتماعی سوچ کا مظہر ہیں۔ ایمان، جہاد اور تقویٰ ان کا ماٹو ہے۔ امریکہ کی اس طرح معاونت کا مطلب ہے کہ آپ کھلم کھلا امریکی کیمپ میں چلے گئے ہیں اور اس سے آپ اسرائیل کو تقویت دے رہے ہیں اور پاکستانی قوم اس طرح کی معاونت کسی صورت قبول نہیں کرے گی لیکن اس طرح کی افواہیں سامنے آ رہی ہیں تو ان کی وضاحت کر کے حکومت کو اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیے۔

سوال: حماس اسرائیل جنگ کم ہونے کی بجائے دن بدن اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن اس دوران ایک اہم مسلمان ملک سعودی عرب کی خاموشی کیا معنی رکھتی ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: یہ افسوسناک معاملہ ہے کیونکہ سعودی عرب مسلم امہ کا اہم ملک ہے اور اس دوران اس کا کردار بہت اہم ہونا چاہیے تھا لیکن وہ بالکل کوئی کردار ادا کرنے سے قاصر دکھائی دے رہا ہے۔ بلکہ سعودی عرب جس طرح مغربی تہذیب اور غیر اسلامی شعائر اپنے ملک میں رائج کرتا ہوا دکھائی دے رہا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام اور اسلام پسندوں کا مستقبل وہاں کمزور نظر آ رہا ہے۔ ہم تمام مسلمان ممالک سے بالخصوص پاکستان اور سعودی عرب سے بار بار یہ درخواست کر رہے ہیں کہ وہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں لیکن اس طرح کی کوئی بات ہوتی ہوئی نظر نہیں آ رہی بلکہ ان کا طرزِ عمل تو اسرائیل کو تقویت دے رہا ہے۔ ایسی صورت حال میں ایران کا سرگرم رہنا اور سعودی عرب کا بیک فٹ پہ چلے جانا کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت مسلمانوں کو سنی اور شیعہ کی تقسیم ختم کر کے ایک ہو جانا چاہیے اور دشمن کے خلاف متحد ہو کر برسرِ پیکار ہونا چاہیے۔

> **1979ء ایرانی انقلاب کے بعد سے اب تک ایران کی طرف سے بہت بلند و بانگ دعوے سامنے آئے ہیں اور اسرائیل اور امریکہ کے خلاف بڑی بڑی دھمکیاں ایران نے دی ہیں لیکن عملی طور پر کوئی اقدام نہیں نظر آتا۔**

سوال: ایران کا پاکستان پر حملہ اور پھر پاکستانی نیوی کے جہازوں کی بحیرہ عرب میں موجودگی کے بارے میں کیا اطلاعات ہیں؟

رضاء الحق: اس وقت پاکستان نیوی کے تین جہاز خلیج عدن اور باب المندب کے قریب موجود ہیں۔ جن کا مختلف جہتوں میں جائزہ لینا ہوگا۔ پاکستان نیوی نے خود یہ بیان جاری کیا تھا کہ حالیہ سمندری سکیورٹی کے واقعات کی وجہ سے پاکستان نے وہاں اپنی موجودگی ظاہر کی ہے جو ضروری بھی ہے۔ کیونکہ وہاں امریکہ کے جہاز تو ہوتے ہی ہیں چین کے جہاز بھی ہیں۔ اسی طرح روس کی بھی ترتوس کی بندرگاہ کی وجہ سے نمائندگی بن جاتی ہے۔ انڈیا نے بھی اپنے بحری جہاز وہاں بھیجے ہیں۔ ایران نے اپنے حملے کے بارے میں بتایا کہ پاکستان میں موجود جیش العدل کو ٹارگٹ کیا ہے۔ لیکن پاکستان اور ایران کے ان تنازعات کو حل کرنے کے لیے پہلے سے ہی میکنزم موجود ہے اور دونوں ممالک بلکہ پوری امت مسلمہ کو سمجھ جانا چاہیے کہ معرکہ روح و بدن شروع ہو چکا ہے۔ ''الکفر ملۃ واحدۃ'' کے مصداق تمام اسلام دشمن قوتیں متحد ہو چکی ہیں لیکن ہم آپس میں گتھم گتھا ہیں۔ بجائے اس کے اگر کوئی کسی مسلمان ملک کو میلی آنکھ سے دیکھتا ہے تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔

سوال: تاریخی لحاظ سے غزہ کا مستقبل کیا ہوگا؟

فرید احمد پراچہ: اس وقت جو حماس نے مقابلہ کیا وہ ناقابلِ یقین ہے کیونکہ کوئی نسبت و تناسب ہی نہیں ہے۔ دنیا کی چوتھی بڑی فوج اسرائیل کی ہے اور اس کے پیچھے امریکہ اور برطانیہ کھلم کھلا ہیں۔ اس سب کے باوجود 105 دن تک مقابلہ کرنا اور پھر اسرائیل کی انٹیلی جنس کو ناکام کرنا بہت بڑا معرکہ ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے

اس وقت جو کچھ وہاں ہو رہا ہے وہ دنیا کو دکھایا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کو دکھایا جا رہا ہے کہ جذبہ جہاد اور شوقِ شہادت کی کامیابیاں دیکھیں۔ جو بچہ اپنے مکان کے ملبے پر بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے کہ: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ﴾ (البقرۃ: 155) ''اور ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور ثمرات کے نقصان سے۔'' اور کہتا ہے کہ تم آپریشن کرو میں شہید ہونے کے لیے تیار ہوں۔ پھر وہ باپ جو اپنے بیٹے کی شہادت پر مٹھائیاں بانٹ رہا ہے اور اسی طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ ہمارا حماس کے جن لوگوں سے رابطہ ہوا ان میں کوئی مایوسی نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بڑی کامیابیاں ملی ہیں، ہمارے پچاس ہزار نوجوان پرعزم ہیں جنہوں نے سرنگوں کا اور ٹریننگ کا نظام بنایا اور ہم دشمن کے خلاف صف آراء ہیں۔ حالانکہ ان کے پیچھے کسی ملک کی سپورٹ نہیں ہے۔ اپنی عوام کی مشکلات کے ہوتے ہوئے بھی وہ ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دوسرے مسلم ممالک کو کردار ادا کرنا چاہیے۔ پہلے اس جنگ کو رکوائیں اور پھر حماس اور فلسطینی عوام کی قربانیوں کا ایک اچھا نتیجہ نکلے کہ وہاں سے قابض اسرائیل باہر ہو اور فلسطین کی حکومت یہاں قائم ہو۔

سوال: مسئلہ فلسطین کا ممکنہ و معقول حل کیا ہے؟

رضاء الحق: 7 اکتوبر سے پہلے اسرائیل کے حوالے سے مسلمان ممالک کے رویوں میں بھی کافی نرمی آئی تھی۔ عرب ممالک بھی اس کو تسلیم کر رہے تھے۔ ہمارے ہاں بھی کچھ دانشور حضرات کہہ رہے تھے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے میں کیا حرج ہے۔ سعودی عرب کا یہ کہنا کہ اگر

مسئلہ فلسطین حل ہوتا ہے تو ہم اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یعنی وہ بے تاب ہیں۔ بہر حال سعودی عرب کے ولی عہد سلمان کا 2030ء والا پروگرام بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ تو اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن کیا اسرائیل اپنے گریٹر اسرائیل کے منصوبے سے پیچھے ہٹے گا؟ مستقبل کے حوالے سے احادیث میں پیشین گوئیاں موجود ہیں کہ مشرق وسطیٰ کا علاقہ جنگ کا مرکز بنے گا۔ ایک بڑی جنگ ہوگی جس کے اختتام پر یہودیوں کو اُن کے جرائم کی پاداش میں قتل کیا جائے گا۔ پھر خراسان سے فوجیں جائیں گی اور حضرت مہدی کی مدد کریں گی اور خراسان سے سیاہ جھنڈے جائیں گے جن کو کوئی نہیں روک سکے گا یہاں تک کہ وہ ایلیاء (یروشلم) میں نصب کیے جائیں گے۔ بہر حال اب یہ منظر ہماری آنکھوں کے سامنے بنتا جارہا ہے۔ جہاں تک فلسطین کا تعلق ہے تو اس پر اسرائیل کے قبضے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ وہ فلسطینیوں کا تھا، ہے اور رہے گا۔ ان شاء اللہ! خطے میں اصل فساد کی جڑ اسرائیل ہے۔ اب مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا کردار ادا کریں۔ خاص طور پر پاکستان کا رول بہت اہم ہے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ عملی طور پر کردار ادا کرنے کے لیے آگے بڑھے ورنہ اسرائیل نے اسے بھی ٹارگٹ کرنا ہے۔ بن گوریان نے 1967ء میں کہا تھا کہ ہمارا اصل دشمن پاکستان ہے۔

فرید احمد پراچہ: مسئلہ فلسطین کا حل یہی ہے کہ مسلمان اپنے موقف پر قائم رہیں اور کوئی لچک نہ دکھائیں۔ جس طرح ہمارے ہاں دو ریاستی حل کی باتیں ہورہی ہیں یہ بالکل غیر معقول ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو دو ریاستی فارمولا تو 1948ء سے چل رہا ہے۔ کیا اسرائیل نے فلسطین کی آزادی اور خود مختاری کو تسلیم کیا؟ بجائے اس کے وہ فلسطینیوں سے سب کچھ چھین رہا ہے اور ان کے علاقوں پر اسرائیل کا قبضہ بڑھتا جارہا ہے۔ اسرائیل ایک ناجائز ریاست ہے۔ قائداعظم کا فرمان بھی موجود ہے۔ پھر یہ کہ یروشلم امت کا مرکز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے تین مساجد کا حکم دیا کہ اُن کی جانب زیارت کے لیے سفر کرنا جائز ہے۔ ان میں ایک مسجد اقصیٰ بھی ہے۔ آپ ﷺ نے سفر معراج یہاں سے شروع کیا تھا۔ لہٰذا مسئلہ فلسطین کا حل یہی ہے کہ ناجائز اسرائیلی ریاست کا خاتمہ ہو اور فلسطین کو آزاد کیا جائے۔

درست اور بے جا توقعات

مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت تنظیم اسلامی

توقع (Expectation) دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ اسے ہم امید (Hope) بھی کہہ سکتے ہیں۔ توقعات اچھی بھی ہوسکتی ہیں اور بری بھی۔ پھر کچھ توقعات بے جا بھی ہوتی ہیں۔ بعض اوقات ہم کسی سے غلط توقعات بھی وابستہ کر لیتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ کس سے توقع رکھنی چاہیے اور کس سے نہیں؟

خوشی اور غمی، سکون اور پریشانی کا دارومدار بھی بسا اوقات توقعات پر ہوتا ہے۔

(1) اپنے آپ سے توقع:

ہمیں اپنے آپ سے توقع رکھنی چاہیے کہ میرے اندر اتنی ہی اہلیت ہے کہ ”میں اپنے اندر تبدیلی لا سکتا ہوں۔“ اپنے آپ سے حقیقت پر مبنی توقعات رکھیں۔ یعنی جن چیزوں پر مجھے اختیار ہے میں ان کی توقع اپنے آپ سے رکھوں مثلاً اپنے اخلاق وکردار کو سنوارنا، کوئی ہنر سیکھنا اور اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو بہتر سے بہتر بنانا میرے اختیار میں ہے۔ میں شریعت پر عمل کرسکتا ہوں۔ جنت کے اعلیٰ درجات حاصل کرنے کے قابل ہوں۔ اپنے آپ سے یہ توقعات رکھنی چاہییں۔ یہ ایک مثبت رویہ (Positive Attitude) ہے۔ اچھی توقعات نیکی کے ارادے کو عمل میں ڈھالتی ہیں۔ اسی طرح انسان اپنی صلاحیتوں کو کام میں لاتا ہے۔

سورۃ یوسف میں ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام کا قول ملتا ہے:

﴿قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾﴾

”آپؑ نے فرمایا کہ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں، میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور جاننے والا بھی ہوں۔“

حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے آپ سے توقع تھی کہ اگر مجھے یہ ذمہ داری دی گئی تو میں اسے بڑے احسن طریقے سے ادا کرسکتا ہوں۔ انہیں اپنی صلاحیتوں کا بھی علم تھا۔

اگر انسان اپنے آپ سے اس طرح اعلیٰ توقعات نہیں رکھے گا تو احساس کمتری (Inferiority Complex) کا شکار ہوجائے گا۔ خود سے اچھی امید رکھنے سے خود اعتمادی (Self Confidence) پیدا ہوتی ہے۔ انسان اپنی صلاحیتوں کو مفید کاموں میں لگاتا ہے۔

اپنے آپ سے اچھے توقع انسان کو محنت پر بھی آمادہ کرتی ہے۔

جب انسان اپنے آپ سے اچھی توقع رکھتا ہے تو گویا آنے والی کسی بھی اچھی یا بری صورتحال کے لیے پہلے سے ذہنی طور پر تیار رہتا ہے۔ ایسے موقع پر کسی تذبذب کا شکار نہیں ہوتا۔ انسان کو اپنے اوپر اعتماد ہوسکتا ہے مثال کے طور پر کہ اگر کوئی گناہ کرنے کا موقع آیا تو ان شاء اللہ میں اس سے بچ نکلوں گا۔ لہٰذا انسان کو اپنے آپ سے اچھی توقع اور امید رکھنی چاہیے۔

اسی طرح جو کام بھی ہم کرنا چاہتے ہیں یا ہم نے خود اپنے سامنے کوئی نصب العین (Target) رکھا ہوا ہے، جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ سے اس کام کو مکمل کرنے اور اس کام کو بآسانی ختم کرنے کی توفیق مانگتے رہنا چاہیے کہ یا اللہ مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس کام کو مکمل کرلوں، یا اللہ اس کو مکمل کرنے میں میری مدد فرما۔ اس دعا سے ہمیں ایک دلی سکون حاصل ہوگا اور عزم بھی حاصل ہوگا کہ اب یہ Assignment اللہ تعالیٰ کی توفیق سے وقت پر مکمل کرلوں گا یا ان شاء اللہ میں اپنا یہ ٹارگٹ ضرور حاصل کرلوں گا۔

(2) اللہ پر توقع رکھنا:

انسان کو اللہ سے بھی اچھی توقعات رکھنی چاہییں۔ اسی کا دوسرا نام ”توکل“ یا اللہ پر بھروسا بھی ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ضرور معاف کردیں گے۔ کوئی نیک کام کرے تو توقع رکھے اللہ

مجھے اس کام کا اجر عطا فرمائے گا۔ امتحانات، مشکلات یا آزمائش آئیں تو بھی توقع رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس آزمائش سے نکالے گا، میری یہ مشکل ضرور دور کردے گا۔ مجھے صبر کرنے پر اجر عطا فرمائے گا۔ یہ ساری توقعات دعا کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور دعا تو ہے ہی عبادت۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے اپنی تمام توقعات وابستہ کر لینا عین عبادت ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ سے اچھی توقعات رکھتے ہیں تو مایوسی سے بچ جاتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ یوسف آیت 87 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸۷﴾

''اے میرے بیٹو! جاؤ اور تلاش کرو یوسف کو بھی اور اس کے بھائی کو بھی، اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یقیناً اللہ کی رحمت سے مایوس تو بس کافر ہی ہوتے ہیں۔''

(حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ اللہ کی رحمت سے تو صرف کافر ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ صرف کافر ہی اللہ سے توقع نہیں رکھتا۔ مومن تو اپنے رب سے بہت توقعات رکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنے بڑھاپے کی عمر میں بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اولاد کی توقع رکھتے ہیں۔

﴿وَلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآىٕكَ رَبِّ شَقِیًّا ۝۴﴾ (مریم)

''اور اے میرے پروردگار! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں ہو رہا۔''

اور اس درجہ: ''توکل'' اور رب سے توقع رکھنا صرف انبیاء ہی کا مقام ہے۔

شیطان کا آخری حربہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بندے کو رب سے مایوس کروا دیتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے، توبہ سے محروم رہ جاتا ہے اور اسی فسق و فجور کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔

انسان کو اللہ سے توقع رکھنی چاہیے کہ اگر اللہ کے راستے میں نکلا ہوں تو اللہ مجھے کبھی ناکام نہیں کرے گا۔ یہ امید اسے استقامت عطا کرتی ہے۔ اللہ سے پُرامید رہنا انسان کو ناامیدی سے بچاتا ہے۔ اور یہ تعلق باقی تمام تعلقات سے بڑھ کر ہوتا ہے۔

سورۃ طلاق آیت نمبر 3 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾ ''اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کی کفایت کرے گا (اللہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا)۔''

وہ تو مسبب الاسباب ہے وہ بغیر اسباب کے جو تم چاہو تو تم کو دے گا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ سب اس کے محتاج ہیں۔ لہٰذا اسی سے مانگو، اسی کو پکارو، اسی سے اپنی توقعات وابستہ کرو۔

انسان جب اپنی تمام توقعات اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر لیتا ہے تو پُرامید رہتا ہے۔ پُرسکون رہتا ہے اللہ کی رضا میں راضی رہتا ہے۔ اور نیکیوں پر عمل کرتے ہوئے ثابت قدم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس طرح ہمیں اپنی صلاحیتوں کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس طرح سے کہ ہم اپنے آپ سے بھی اچھی توقعات رکھیں اور اللہ تعالیٰ ہی سے اپنی تمام توقعات وابستہ کرلیں۔

(3) دوسرے لوگوں سے توقعات

دوسرے لوگوں سے اپنی توقعات کو ہم دو حصوں میں بانٹ سکتے ہیں

(i) اپنے فائدے کے لیے دوسروں سے توقعات وابستہ کرلینا مثلاً دوسرے لوگ مصیبت کے وقت میرے کام آئیں گے یا میں نے کسی شخص کی کسی موقع پر مدد کردی تو اب میں اس سے اپنی تعریف کی توقع رکھوں۔ یہ توقع رکھوں کہ یہ بھی مشکل وقت پر میری مدد کرے گا۔ یہ توقعات محض ہمیں پریشان رکھیں گی۔ ایسی توقعات رکھنے سے بچنا چاہیے یا دوسروں سے کچھ ملنے کی امید رکھنا کہ یہ بھی ایک طرح کی فقیری ہے۔ ہم دوسروں کو دینے والے بنیں لینے والے نہ بنیں۔ خود کو دوسروں کا محتاج نہ کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى.. (صحیح مسلم)

''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔''

ہمیں اگر کسی سے کوئی توقع ہو اور وہ ہماری توقعات پر پورا نہ اترے تو ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی ہم اس سے ناراض ہو جائیں گے۔ اس طرح ہمارے اس سے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ حالانکہ عین ممکن ہے کہ اس نے کسی مجبوری کی بنا پر ہماری توقع پوری نہ کی ہو۔

(4) دوسروں کی ہم سے توقعات:

پھر یہ کہ جب ہم کسی سے اپنی توقعات بڑھاتے ہیں تو وہ بھی ہم سے اپنی توقعات بڑھا لیتے ہیں۔ پھر وہ بھی صرف حق پر راضی نہیں رہتے بلکہ بسا اوقات ہم سے غلط توقعات وابستہ کرلیتے ہیں۔ کوئی خوشی کی تقریب ہے تو وہ ہم سے توقع کرتے ہیں کہ ہم کوئی قیمتی تحفہ لے کر آئیں گے چونکہ ہم نے ان کی کسی تقریب میں بہت عمدہ تحفہ دیا تھا۔ یا ہم نے ان کی دعوت کی تھی تو بہت عمدہ کھانا کھلایا تھا۔ اب ہم ان کی دعوت میں جا رہے ہیں تو ہم ان سے بہت اعلیٰ کھانے کی توقع رکھیں۔ یہ تمام بے جا توقعات ہیں۔

لہٰذا خود تو دوسروں کے ساتھ بھلائی کریں مگر جواباً بھلائی کی توقع مت رکھیں۔ کسی نے کوئی بھلائی کر دی تو اچھی بات ہے۔ نہیں کی تو کوئی گلہ شکوہ نہیں۔ یہ سوچ کہ میں نے فلاں کے ساتھ فلاں وقت میں یہ بھلائی کی تھی مگر میرے مشکل وقت میں میری مدد نہیں کی۔ ایسی توقعات ہماری زندگی میں تلخیاں پیدا کرتی ہیں۔

لہٰذا نہ تو ہمیں دوسروں سے بہت زیادہ توقعات رکھنی چاہییں اور نہ ہی کبھی کوئی گلہ شکوہ کرنا چاہیے۔

(5) رشتہ داروں کا خیال رکھنا:

کوشش کرنی چاہیے کہ کسی کی مدد، کسی کا خیال رکھنا یا کسی ضرورت مند کے ضرورت کے وقت کام آنا بلا توقع ہو۔ خاص طور پر رشتہ داروں کا خیال محض اللہ تعالیٰ کی خاطر رکھا جائے۔ سورۃ الدھر کی آیت 9 میں اللہ تعالیٰ نے کھانا کھلانے والوں کی کس طرح تحسین فرمائی ہے؟

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹﴾ ''(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو آپ کو یہ کھانا کھلا رہے ہیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے۔''

ہم کسی بھی معاملے میں بدلہ تو درکنار شکریہ کے بھی روادار نہ ہوں۔ کسی کے ساتھ کوئی بھی بھلائی خالصتاً صرف اللہ کی خاطر کریں۔

ہم جو یہ کہتے ہیں کہ مجھے تم سے اس کی امید نہیں تھی۔ تمہارے اس سلوک سے مجھے بہت دکھ ہوا ہم اس طرح کی باتیں کہنا چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اوپر توکل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

۞۞۞

نہ دنیا ہے نہ دیں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

7 اکتوبر 2023ء سے غزہ کا ایک منظر وہ ہے جو تین ماہ کے بعد بھی جاری بلا ناغہ بمباری، اموات اور خوفناک انسانی المیے کی صورت میں سبھی دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا منظر سیاسی جوڑ توڑ، امریکا، یورپ کی قیادت کا پوری ڈھٹائی سے جنگ بندی سے انکار ہے۔ تیسرا منظر ان تھک مظاہروں کا ہے جس کا تمام تر جوش وخروش مغربی عوام کے مظاہروں، مختلف فورمز پر آواز اٹھانے کا ہے۔ مسلم ممالک کا حال نہ پوچھا جانا ہی بہتر ہے۔ سبھی مسلمان ریموٹ کنٹرول غلامی کے دور سے گزر رہے ہیں۔ امریکی، مغربی عوام جب اس فکری، نظریاتی زمینی نوآبادیاتی تسلط کے خلاف تحریک میں کامیاب ہو گئے تو آ کر ہمیں بھی آزاد کروا دیں گے۔ اس وقت تک ہم سیکولرازم اور غیر جانبداری کا دھتورا پیئے، مغربی حکمرانوں کی معاشی فکری غلامی نبھائیں۔ مغرب میں بہتوں نے تکفیر بالطاغوت کا 'لا' کہہ دیا ہے۔ (نظام سے بغاوت!) ڈٹ کر، بلند آہنگ، مالی، معاشی، نقصانات، متنازعہ ہو جانے کے جھٹکے برداشت کر کے روشن ضمیری سے فلسطین کی مظلومیت کو دردِ سر، دردِ جگر بنا لیا ہے! امریکی انتخابات، عوام کے اتنے واضح دوٹوک مؤقف کے ہاتھوں گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کی کشمکش میں ہیں۔ غزہ والا سچ بول دیں تو یہودی سرمایہ دار 'جمہوریت' کو ٹکا نہ دیں، جمہوری بیساکھیاں کھینچ لیں۔ اسرائیل کی ہم نوائی کریں تو ووٹ بینک کا دیوالیہ پٹ جائے۔ جمہوریت کی قلعی بھی کھل گئی کہ یہ جھوٹ، دجل، مفادات اور پیسے کا کھیل ہے! عوام کے لیے جھوٹے وعدے لارے لپے۔ عوام سے ٹیکسوں کا پیسہ نچوڑ کر غزہ کے بچے مارنے پر نچھاور!

دنیا بھر میں نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ ملک کے مستقبل کی صورت گری کرتا ہے۔ ہر ملک میں بالعموم اور مغرب میں بالخصوص اعلیٰ تعلیمی اداروں سے قیادتیں بن کر نکلتی ہیں۔ بڑی پرائیویٹ یونیورسٹیاں فیڈرل فنڈ تو وصول کرتی ہیں مگر آزادیٔ اظہار، تعلیم وتدریس کی آزادی ان کی روایت رہی ہے۔ ناگوار، ناپسندیدہ تصورات پر بھی اظہار ہوتا رہا۔ ویتنام کی ناحق جنگ پر یونیورسٹیوں کے کیمپس ہی تھے جہاں سے نوجوانوں نے جنگ کے خلاف مظاہروں سے بھرپور مخالفت کی تھی۔ ملک کا دماغ، یہی باشعور طبقہ، بعد ازاں ملکی اداروں، ملکی سیاست، تجارت پر ہر جا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ امریکی، مغربی اعلیٰ پائے کے تعلیمی مراکز دنیا بھر میں معلم، مدرس، حکمران فراہم کرتے ہیں۔ ٹیکنیکی اور علمی فراست وصلاحیت اپنی جگہ، مگر ہماری تیسری دنیا کے ممالک کے ایسے افراد عموماً دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ مغربی ممالک کے مفادات کے محافظ بن کر اپنے ملکوں میں، ورلڈ بینک، آئی ایم ایف میں انہی کے آلۂ کار بنتے ہیں۔ جیسے اشرف غنی، خلیل زاد زلمے افغانستان میں امریکی ایجنڈے پر کام کرتے رہے! آزاد ممالک کے روشن ضمیر دنیا بھر کے معاملات کو بے لاگ عدل وانصاف کے پیمانے پر جانچتے تولتے آواز اٹھاتے رہتے ہیں۔ جنوبی افریقہ میں نسلی منافرت ہو یا خود امریکا میں سیاہ فام آبادی کے حقوق کا مسئلہ۔ اب فلسطین میں محافظینِ قبلہ اول کو امت نے بھلا دیا۔ بدترین غلامی، جبر وتشدد میں گھٹ گھٹ کر مسجد اقصیٰ کے لیے قربانیاں دینے والوں سے ہم بے پروا رہے۔ (سب سے پہلے پاکستان! نہ امت نہ مقدسات نہ شعائر اللہ!) امریکا میں اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے طلبہ واساتذہ، باشعور طبقہ طوفان اقصیٰ سے دو ماہ پہلے ہی اقدام کر چکا تھا۔ 2 اگست 2023ء کو ایک کھلا خط جاری ہوا۔ اس میں امریکا میں مقیم یہودی (63 لاکھ) اور ان کی قیادت کو ناراض اسکالرز نے فلسطین میں جاری نسلی منافرت پر مبنی اسرائیلی پالیسیوں اور اس کے ہولناک نتائج پر متوجہ کیا۔ یہ خط بنیادی انسانی حقوق سے فلسطینیوں کی محرومی اور یہودی برتری کے زعم کا پردہ چاک کرتی تفاصیل بیان کرتا ہے۔ 'اپارتھائیڈ' قرار دیتے ہوئے، قوانین کی تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتا ہے: 'مزید خاموشی نہیں رہے گی۔ عمل پیرا ہونے کا یہی وقت ہے' یہودی امریکی قیادت کو مچھر چھاننے اور اونٹ نگلنے کے رویے پر متوجہ کرتا ہے، کہ وہ چھوٹے مسائل اور مہمات پر تو خوب متحرک رہتے ہیں مگر اسرائیل میں فلسطینیوں کے خلاف جاری اپارتھائیڈ پالیسیاں یکسر نظر انداز کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ 'اپارتھائیڈ' اصطلاح بین الاقوامی سیاسی سطح پر ایک گالی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی نسل رنگ کی بنیاد پر کسی قوم کو محکوم رکھ کر ان کی ہمہ گیر تذلیل، استحصال کو قانونی شکل دینا۔ جیسے (ڈچ) ولندیزیوں نے وسائل سے پُر بڑے ملک جنوبی افریقہ پر نوآبادیاتی تسلط کے تحت مقامی آبادی کو ہر سطح پر اچھوت بنا کر رکھا۔ پسماندگی کی دلدل میں دھکیل کر سفید فام نسلی برتری کے زعم میں لوٹا، رگیدا قوانین بنا کر! (مقامی اور گلوبل تحریک نے مکمل نظام بدل ڈالا۔)

7 اکتوبر، طوفان اقصیٰ نے مذکورہ بالا خط کی مکمل تائید کر دی۔ اسرائیل بے نقاب ہو گیا۔ مغرب میں عوام اور امریکا میں ہارورڈ، پینسلونیا، ایم آئی ٹی جیسی مایہ ناز کی یونیورسٹیاں ملک بھر میں بیک زبان فلسطین کی آزادی کے لیے مظاہروں، مہمات میں جت گئیں۔ حکومت اور یہودی لابی تھرا اٹھی۔ چنانچہ تینوں یونیورسٹیوں کے صدور کو کانگریس ممبران نے لائن حاضر کر دیا۔ Anti-Semitism، یہود مخالفت کے الزام پر گھیر کر تند وتیز سوالات کی بوچھاڑ رہی۔ Penn یونیورسٹی کی صدر الزبتھ مگل نے استعفیٰ دے دیا۔ ہارورڈ کی (سیاہ فام) صدر پر شدید دباؤ، سوشل میڈیا پر دھمکیاں اور نسلی کمتری کے طعنوں سے تنگ آ کر انہوں (کیلنڈائن گے) نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ (یہودی نواز غیر منصفانہ رویے پر شدید تنقید امریکی میڈیا میں، یونیورسٹیوں میں ہوئی۔) شدید دباؤ، دھونس دھمکی، نوکریوں سے محرومی کے باوجود مظاہرے جاری رہے۔ خط پر بھی بہت نامی گرامی شخصیات نے دستخط کر کے مکمل اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ اس میں اعلیٰ ترین یونیورسٹیوں کے پروفیسر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، پروفیسر ایمریطس، نوبل انعام یافتگان ہمہ نوع تعلیمی تدریسی ماہرین، محقق، معروف شخصیات، مصنفین، اسکالر، ڈاکٹر، فلم میکر، امریکا، یورپ سے دستخط کنندگان ہیں۔ یہ تعداد بہت جلد 2898 پر پہنچ گئی تو دستخط وصولی کے لیے یہ فورم بند کر دیا۔

ایک اور خط بائیڈن کے نام دسمبر 2023ء میں جاری کیا جس کا عنوان ہے: بائیڈن! 'غزہ پر حملہ بند کرو!' اس خط میں فلسطینیوں کی 75 سالہ بے دخلی، دربدری، 56 سالہ (اسرائیلی) قبضہ اور 16 سالہ ناکہ بندی کو بدترین تشدد کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اسرائیل کو بالخصوص

اپارتھائیڈ، تاریخی ظلم، عدم انصاف کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ غزہ پر بمباری سے بدترین انسانی بحران سے دوچار کرنے کے ظالمانہ جرائم کا بھرپور تذکرہ کیا ہے۔ صدر بائیڈن سے مطالبہ کیا کہ وہ غزہ پر اسرائیلی حملے کی غیر مشروط حمایت بند کرے۔ اسرائیل کی بین الاقوامی قوانین کی دیدہ دلیرانہ خلاف ورزی بھی اسی حمایت کا شاخسانہ ہے۔ تاریخی ظلم، عدم انصاف بلا روک ٹوک جاری ہے کیونکہ امریکا اسرائیل کو اجازت دیتا ہے کہ یو این کی پابند کرنے والی قراردادوں کے عملاً پرزے اڑائے جائیں، مذاق بنا ڈالا جائے۔ امریکا کو لازماً بنیادی فکر و فلسفے کی مکمل تبدیلی کی راہ ہموار کرنا ہوگی۔ مختصر اور مناسب دورانیے میں تنازعہ حل کرنا ہوگا بہ نسبت تنازعہ سنبھالنے کے۔ بائیڈن کو فوری، دیرپا جنگ بندی، غزہ کو انسانی ضروریات کی فی الفور فراہمی اور یرغمالیوں/قیدیوں کے تبادلے میں رہنما کردار ادا کرنے کو کہا گیا ہے۔ اس خط بھی پر دستخط کنندگان دنیا بھر کے اعلیٰ ترین دماغ، صاحبانِ تحقیق و تعلیمی جاہ وجلال و وقار کی حیران کن فہرست ہے۔ امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا، یورپ کے بڑے ناموں پر مشتمل 2295 افراد دستخط کنندگان ہیں۔ مسلمان طالب علم، اساتذہ، علمی شخصیات کہاں ہیں؟ ہمارے ہاں 2001ء سے یونیورسٹیوں کالجوں کو رواداری، برداشت، روشن خیالی، کھالے پی لے ناچ گا بجالے پر رواں کر دیا گیا۔ طالب علم کو (اعلیٰ نظریات، فکر و نظر، شعور کی آبیاری کی جگہ) ہیلو وین، ویلنٹائن، ہولی، دیوالی، بون فائر، عشق عاشقی کی 'ہم نصابی' سرگرمیوں میں مصروف کر دیا گیا۔ سیاسی شعور، لسانی، صوبائی، تعصبات پر اٹھائی گئی تنظیموں کی نذر رہوا۔ سو اب اس پر سر پھٹول، فائرنگ، جھگڑے، سوشل میڈیا زہریلی پوسٹیں پاکستان سے باہر جھانکنے کی فرصت نہیں دیتیں۔ تعلیمی معیار زوال کی فری فال پر ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرون ملک بھی چھوٹی گلی محلے کی یونیورسٹیوں تک کی اہلیت بنتی ہے پیسے کے زور پر۔ سو عالمی منظر نامے پر نگاہ، انقلابی سوچ فکر کی صلاحیت بانیانِ پاکستان اور پچھلی نسلوں کے ساتھ دفن ہوگئی۔ اسلام سے تو پہلے ہی عصری تعلیم یافتہ طبقہ ہاتھ دھوئے بیٹھا تھا۔ سو نہ غزہ کی اعلیٰ ایمانی کیفیات، بے مثل شجاعت صبر و ثبات سے بہرہ مند ہوئے، نہ ہی اقوامِ عالم میں قابلِ ذکر کردار کے لائق ہو پائے۔

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

❁ ❁ ❁

پریس ریلیز 26 جنوری 2024ء

طورخم بارڈر کو بار بار بند کرنا خود پاکستان کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوگا

شجاع الدین شیخ

طورخم بارڈر کو بار بار بند کرنا خود پاکستان کے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوگا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ طورخم بارڈر کو آئے دن بند کرنے سے دونوں ممالک کی باہمی تجارت بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان کے وسطی ایشیائی ممالک کے ساتھ معاشی روابط پر بھی کاری ضرب پڑ رہی ہے۔ بارڈر کی بندش سے افغانستان کی معیشت کو بھی نقصان ہو رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں ممالک قانونی طور پر بارڈر پار کرنے کے طریقہ کار کو مستقل بنیادوں پر سہل بنائیں تاکہ تجارتی سرگرمیاں جاری رہ سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ممالک کسی ایسی پالیسی کے متحمل نہیں ہو سکتے جو تلخیوں پر مبنی ہو۔ انہوں نے کہا کہ دونوں ممالک ایک دوسرے کے خلاف غیر مناسب اور سفارتی آداب کے خلاف بیانات دینے سے گریز کریں۔ انہوں نے عسکری قیادت کے اس بیان پر کہ ایک پاکستانی کی زندگی سارے افغانستان سے زیادہ اہم ہے، حیرت اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ایک مسلمان ملک کے بارے میں ایسا غیر ذمہ دارانہ بیان ہماری دینی تعلیمات کے صریحاً خلاف ہے۔ اخوت اور ہمسائیگی کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے تعلقات باہمی احترام کی بنیاد پر استوار کریں اور ہر قسم کی تلخ نوائی سے گریز کریں۔ تمام تنازعات کو مذاکرات کر کے افہام و تفہیم سے طے کیا جائے۔ حکومتِ افغانستان، پاکستان کی سرزمین پر سرحد پار سے دہشت گردی میں ملوث گروہوں کے خلاف کارروائی کرے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ بعض واقعات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالمی طاقت دونوں ممالک میں کشیدگی پیدا کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ ہمیں اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کے ان حربوں کو ناکام بنا کر اسلامی اخوت کی بنیاد پر آپس کے تعلقات کو مستحکم کرنا ہوگا۔ اُنہوں نے کہا کہ مشرقِ وسطیٰ کے موجودہ حالات کے تناظر میں دونوں ممالک کے لیے ناگزیر ہو چکا ہے کہ باہمی تعاون کو بڑھائیں تاکہ اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کی سازشوں کو ناکام بنایا جاسکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۴) عن ابی ھریرۃ ؓ قال قال رسولُ اللہ ﷺ: ((اتیتُ لیلۃً اسری بی علی قوم بُطونُھم کالبُیوت فیھا الحَیات تُری من خارجِ بُطونِھم فقلتُ: مَنْ ھٰؤُلَاءِ یَا جِبْرَئِیل؟ قال: ھٰؤُلَاءِ اَکَلَۃُ الرِّبَا)) (احمد و ابن ماجہ)

''حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں معراج کی رات ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیٹ گھروں کی طرح تھے جن میں سانپ تھے اور باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ سود خور ہیں۔''

(۵) عن علی ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ: ((کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبًا)) (بخاری فی التاریخ)

حضرت علی ؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر قرض جو نفع کھینچے تو وہ ربا ہے۔''

(۶) عن فضالۃ بن عبید ؓ قال: ((کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَۃً فَھُوَ وَجْہٌ مِنْ وُجُوْہِ الرِّبَا)) (اعلاء السنن) ''ہر قرض جو نفع کھینچے وہ سود کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔''

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 643 دن گزر چکے!

والد کی عظمت اور مقام ومرتبہ

فرید اللہ مروت

جس طرح لفظ ماں سنتے ہی محبت، خلوص اور ممتا یاد آتی ہے۔ کچھ یوں ہی لفظ باپ یا والد سنتے ہی ایثار، شفقت اور قربانی یاد آتی ہے۔ والد اس عظیم پیکر اخلاص کا نام ہے جو ہمہ وقت اپنی اولاد کی خاطر ہر نفیس وخسیس تجنے کو آمادہ رہتا ہے۔ دنیا میں کوئی اتنا مخلص اور بے لوث نہیں ملے گا جتنا ایک باپ ہوتا ہے۔ نہ اسے اپنے آرام وراحت کی فکر رہتی ہے، نہ اسے اپنی خواہشات وضروریات کی تکمیل کی خواہش رہتی ہے۔ باپ ایک ایسا محافظ ہے جو ساری زندگی اولاد کی نگہبانی کرتا ہے۔ بچوں کے روشن مستقبل کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتا ہے۔ بچوں کی کامیابی اور سرخروئی پر اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہوجاتا ہے۔ جب اس کی اولاد کسی منصب پر فائز ہوتی ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا اور خوشیوں کا جشن مناتا ہے گویا اسے دنیا کی پوری دولت مل گئی۔ ہمارے معاشرے میں ماں کا مقام ومرتبہ تو ہر لحاظ سے اجاگر کیا جاتا ہے لیکن باپ کا مقام کسی حد تک نظرانداز کر دیا جاتا ہے، یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن پاک کے احکامات اور فرامین رسول ﷺ میں والدین کی خدمت واطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ والدین میں باپ درجہ اوّل کا حامل ہے۔ والد انسان کو عدم سے وجود میں لانے والی ذات ہے یعنی اس کی پیدائش کا سبب ہے اس گلشن انسانیت کی ابتدا باپ (حضرت آدم علیہ السلام) سے ہوئی اور ان ہی سے عورت (حضرت حوا) کا وجود تیار کیا گیا ہے۔

بقول شاعر ؎

ان کے ہونے سے بخت ہوتے ہیں
باپ گھر کے درخت ہوتے ہیں

اولاد کی تعلیم وتربیت میں والد کا کردار ضروری ہوتا ہے، جب کہ اس کے برعکس ماں کی حد سے زیادہ نرمی اور لاڈ پیار سے اولاد نڈر اور بے باک ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی تعلیم، تربیت اور کردار پر برا اثر پڑتا ہے، جب کہ والد کی سختی، نگہداشت اور آنکھوں کی تیزی سے اولاد کو من مانیاں کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

وہ ماں کے کہنے پہ کچھ رعب مجھ پر رکھتا ہے
یہی ہے وجہ مجھے چومتے جھجکتا ہے

شاید یہی وجہ ہے کہ اولاد باپ سے زیادہ ماں سے قریب ہوتی ہے، لیکن اولاد یہ نہیں جانتی کہ اس کے والد کو گھر چلانے اور تعلیم وتربیت کا مناسب اہتمام کرنے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ باپ ہی ہوتا ہے جو اپنے اہل وعیال اور اولاد کو پالنے کے لیے خود بھوکا رہ کر یا روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کرتا ہے، لیکن پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کے بچوں کو اچھا کھانا، پینا، تعلیم اور تربیت میسر ہو۔ اسلام میں والدین کا بہت بڑا مقام اور مرتبہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور لوگوں سے (ہمیشہ) اچھی بات کہو۔'' (سورۃ البقرہ)

اسی طرح سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے: ''اور آپ کے پروردگار کا فرمان ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کیا کرو، اگر تمہارے سامنے اِن میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ ان سے نرمی کے ساتھ بات کرو اور اپنے بازو نہایت عاجزی اور نیازمندی سے ان کے سامنے جھکا دو اور (ان کے لئے یوں دعائے رحمت کرو) اے میرے پروردگار! تو ان پر (اس طرح) رحم فرما، جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں (رحمت وشفقت سے) پالا تھا''۔ (سورہ بنی اسرائیل)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مبارکہ میں اپنی عبادت کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت واطاعت انتہائی ضروری ہے حتیٰ کہ والدین اولاد پر ظلم وزیادتی بھی کریں تب بھی اولاد کو انہیں جواب دینے کی اجازت نہیں، جھڑکنا تو درکنار، اُن کے سامنے 'اُف' تک کہنے کی بھی اجازت نہیں۔ سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، (تم سب کو) میری ہی طرف لوٹنا ہے اور اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے کچھ علم نہیں تو (اس مطالبۂ معصیت میں) ان کی اطاعت ہرگز نہ کرو، (لیکن اس کے باوجود) دُنیا میں ان سے حسن سلوک کرتے رہو۔'' (سورہ لقمان)

اولاد کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی نافرمانی کے سوا والدین کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ اُن کی رائے کو ترجیح دیں۔ خاص طور پر جب والدین بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو پھر ان کے احساسات کا خیال رکھتے ہوئے ان سے محبت واحترام سے پیش آئیں، اپنی مصروفیات میں سے مناسب وقت اُن کے لیے خاص کر دیں۔ اُن کی بھرپور خدمت کریں اور ان کی وفات کے بعد ان کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت ورحمت کرتے رہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور (ان کے حق میں یوں دعائے رحمت کرو) اے ہمارے رب! ان دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں (رحمت وشفقت سے) پالا''۔ (سورہ بنی اسرائیل)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لیے، اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت وبخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ جس کا قرآن پاک نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو (بخش دے) اور سب مسلمانوں کو (بخش دے)، جس دن حساب قائم ہوگا۔'' (سورہ ابراہیم)

ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ جس کی کئی صورتوں میں سے ایک اُن کے لیے دعائے مغفرت کرنا بھی شامل ہے۔ جس سے ان کے درجات بلند ہوتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند فرما دیتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے کہ ''اے میرے رب! یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ: ''تیری اولاد کی دعائے مغفرت کی بدولت (تجھے یہ بلند درجہ دیا گیا ہے)۔'' (مسائل اربعین)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ماں باپ کے لیے دعائے مغفرت کرنا ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، لیکن تین چیزوں کا نفع اس کو (مرنے کے بعد بھی) پہنچتا رہتا ہے: (1) صدقہ جاریہ (2) ایسا علم جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (3) نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کرتی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کے چہرے کی طرف رحمت (اور محبت) سے ایک نظر دیکھ لے تو اللہ تعالیٰ (اس کے نامہ اعمال میں) ایک حج مقبول کا ثواب لکھ دیتا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اگر وہ ہر روز سو بار دیکھے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: '' اللہ سب سے بڑا ہے اور (اس کی ذات) بہت پاک ہے، (یعنی اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، وہ سو حج کا ثواب بھی عطا فرمائے گا۔'' (مشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز کرے اور اس کے رزق میں اضافہ فرمائے تو اسے چاہیے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور (اپنے رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔'' (الحدیث)

ایک اور اہم بات یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اولاد پر اپنے بیوی بچوں کی طرح اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت اور کفالت اور ان کی ضروریات زندگی (کھانا پینا، لباس، علاج) کو پورا کرنا بھی واجب ہے، اس کے ساتھ اُن کی ضروریات کے مطابق مخصوص رقم ہر مہینے اُن کو پیش کی جائے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرسکیں۔

حضور سید عالم ﷺ نے والدین کی خدمت و اطاعت کو جہاد ایسی عظیم عبادت وسعادت پر بھی ترجیح دی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس جہاد میں شریک ہونے کی غرض سے حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے کہا، ''جی ہاں، زندہ ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ اور اپنے والدین کی خدمت کرو، یہی تمہارا جہاد ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ والدین کے حقوق ادا کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے، پس اس لحاظ سے ان کی خدمت اللہ تعالیٰ کی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں مضمر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص ذلیل ورسوا ہوا، وہ شخص ذلیل ورسوا ہوا، وہ شخص ذلیل ورسوا ہوا، عرض کیا، کون یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے ماں باپ میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور پھر (اُن کی خدمت نہ کرکے) دخولِ جنت کا حق دار نہ بن سکا۔'' (مسلم، مشکوٰۃ)

ماں باپ کی خدمت کا ثواب جہاد سے بھی بڑھ کر ہے اور اس کا اجر وثواب حج اور عمرے کے برابر ہے۔ ماں باپ کے قدموں میں رہنا جنت کی طرف پہنچاتا ہے، اس سے عمر اور رزق میں اضافہ، عبادات اور دعائیں اللہ پاک کی بارگاہ میں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا یا اُنہیں اذیت وتکلیف دینا گناہِ کبیرہ اور بہت بڑی محرومی ہے۔ ماں باپ کے نافرمان کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اور موت سے پہلے ہی اُسے دنیا میں ذلت ورسوائی اور اپنے کئے کی سزا ملتی ہے۔ والدین کے حقوق کی ادائیگی کو اس طرح ممکن بنایا جاسکتا ہے کہ والدین کے ہر نیک حکم کی تعمیل کی جائے۔ اُن کے سامنے اونچی آواز میں بات نہ کی جائے۔ اُن کے آرام وسکون اور خوشیوں کا خیال رکھا جائے۔ والدین کا تذکرہ ہمیشہ اچھے الفاظ میں کیا جائے۔ والدین کے رشتہ داروں اور دوستوں کا احترام کیا جائے۔ والدین کی وفات کے بعد ان کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کرتا رہے اور ایصالِ ثواب کا تحفہ بھیجتا رہے تاکہ وصال کے بعد بھی ان کے اعمال میں نیکیوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' بہترین نیکی یہ (بھی) ہے کہ ماں باپ کے تعلق داروں کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا جائے۔'' والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ پس یہ ہمارا انسانی، اخلاقی اور دینی فرض ہے کہ ہم اپنے والدین کی دل وجان سے خدمت واطاعت کریں کہ اسی میں ہمارے لیے دین ودنیا کی کامیابی، سعادت اور فلاح ونجات ہے۔ آخر میں طاہر شہیر کی والد کے احترام کے متعلق ایک نظم پیش خدمت ہے:

والد صاحب کے نام

عزیز تر مجھے رکھتا ہے وہ رگ جاں سے
یہ بات سچ ہے مرا باپ کم نہیں ماں سے
وہ ماں کے کہنے پہ کچھ رعب مجھ پہ رکھتا ہے
یہی ہے وجہ مجھے چومتے جھجکتا ہے
وہ آشنا مرے ہر کرب سے رہے ہر دم
جو کھل کے رو نہیں پاتا مگر سسکتا ہے
جڑی ہے اس کی ہر اک ہاں فقط مری ہاں سے
یہ بات سچ ہے مرا باپ کم نہیں ماں سے
ہر ایک درد وہ چپ چاپ خود پہ سہتا ہے
تمام عمر وہ اپنوں سے کٹ کے رہتا ہے
وہ لوٹتا ہے کہیں رات دیر کو دن بھر
وجود اس کا پسینے میں ڈھل کے بہتا ہے
گلے ہیں پھر بھی مجھے ایسے چاک داماں سے
یہ بات سچ ہے مرا باپ کم نہیں ماں سے
پرانا سوٹ پہنتا ہے کم وہ کھاتا ہے
مگر کھلونے مرے سب خرید لاتا ہے
وہ مجھ کو سوئے ہوئے دیکھتا ہے جی بھر کے
نہ جانے سوچ کے کیا کیا وہ مسکراتا ہے
مرے بغیر ہیں سب خواب اس کے ویراں سے
یہ بات سچ ہے مرا باپ کم نہیں ماں سے

اللہ تعالیٰ میرے ماں باپ سمیت تمام مسلمان مرحومین کی مغفرت فرمائے، ان کی قبروں پر رحمت نازل فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کو اپنے پیارے نبی ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَآءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَاۤ اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

''اے اللہ! اپنی رحمت سے معاف فرما مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو جو زندہ ہیں اور جو وفات پا چکے ہیں، اے رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔''

❁❁❁

sentiments running high and the possibility of the majority Hindu vote consolidating behind a party like the BJP, as seen in recent elections, this political equation is no longer assured. "The 2024 elections could be a one-sided affair in favor of BJP," cautioned Manik Yadav a Lucknow-based journalist.

At the heart of Modi's religious appeal is the "ram" temple, unveiled while still under construction. Since January 12, Modi has observed a fast and visited a series of temples, donning saffron robes and blurring the lines between prime minister and monk. A sense of resignation pervades many Muslims, with some holding the community's leaders accountable. "The Muslim parliamentarians had accepted the construction of a Hindu temple in Ayodhya, and they raised our hopes by saying that a secular Constitution would safeguard the interests of minorities and reclaim the disputed land," said Amir Khawaja, a journalist from Varanasi. Expectations reached a peak in 2018 when the Supreme Court attempted mediation between community representatives, which ultimately proved unsuccessful. Then in 2019, the Supreme Court vindicated the Hindu mob of 1992 that had demolished the Babri-Mosque, deciding in favor of the construction of a mandir at the site. The BJP government has its eyes on other mosques of historical significance now. The state and national judiciary seems to be its partner in crime. A high court in Mathura has given a judgment calling for an examination of the 17th-century Shahi Idgah Mosque in Mathura to determine if it was erected over the remains of a temple. India's 200 million Muslims find themselves pondering the uncertainties that lie ahead.

غلبۂ اقامت دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

شمارہ فروری 2024ء رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

مشمولات

☆ احیائے اسلام: جماعت سازی' خدشات' تدارک — ایوب بیگ مرزا

☆ سورۃ التکویر + سورۃ الانفطار — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ ارضِ فلسطین: تاریخی پس منظر اور ہولناک مستقبل — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

☆ لقمان حکیم کی وصیتیں (۲) — مقصود الحسن فیضی

☆ ادب اور احترام — شعبہ تعلیم وتربیت، تنظیم اسلامی

☆ غزوۂ ہند کے بارے میں ارشاداتِ نبویؐ — طارق محمود ہاشمی

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا "بیان القرآن" باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 84 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (سمپل) 500 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی شکار پور کے منفرد ملتزم رفیق بشیر احمد شاکر وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0331-3043662

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے ناظم تربیت محترم مجاہد نسیم کی والدہ وفات پا گئیں۔ برائے تعزیت: 0333-9143505

☆ ملتان شمالی کے اسرہ غازی پور کے رفیق محمد ساجد انصاری کی والدہ وفات پا گئیں۔

برائے تعزیت: 0301-7507390

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، پشاور شہر کے نقیب اعلیٰ محترم علی منیر کے سسر وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0300-9349299

☆ حلقہ بہاول نگر، ہارون آباد غربی کے رفیق محمد رمضان کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

☆ امیر حلقہ پنجاب جنوبی کے خصوصی مشیر جناب سعید اظہر عاصم برادر نسبتی وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0301-7507390

☆ مقامی تنظیم پھالیہ کے ملتزم رفیق خواجہ زاہد فیروز کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0303-6538854

☆ مقامی تنظیم کنجاہ کے ملتزم رفیق آصف حسین کا بیٹا وفات پا گیا۔

برائے تعزیت: 0331-9605002

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ

فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Modi Unveils Temple as Indian Muslims Express Apprehension About the Future

Raza ul Haq

In the midst of a jubilant atmosphere sweeping across India's Hindu majority, the nation's 200 million Muslims find themselves pondering the uncertainties that lie ahead. Narendra Modi inaugurated the "ram" temple, triggering a nationwide frenzy that brought the 1.4 billion-strong country and its nearly $4 trillion economy to a virtual standstill. The stock market ceased trading, government offices operated only half the day, and movie theaters provided live screenings of the Hindu religious ceremony. Major public hospitals curtailed services for the day to allow staff to partake in the celebrations, while the Congress, India's main opposition party, chose to skip the event. Conspicuously absent from news channels and public discourse was any mention of the temple's construction at the very site where the 16th-century Babri Masjid was demolished by a terrorist Hindu nationalist mob in December 1992. Muslims harbor concerns that the perceived "triumphalism" observed "may just worsen in the days to come." Journalist Amal Hassan expressed apprehension, stating, "In fact, after Ayodhya, there might be a snowballing effect on other disputed places like Mathura and Kashi." Mathura and Varanasi, also known as Kashi and Modi's parliamentary constituency, house historic mosques that the Bharatiya Janata Party (BJP) and its Hindu majoritarian allies assert were constructed upon the ruins of temples.

For many of India's 200 million Muslims, the state-sponsored pomp and show surrounding the temple's inauguration marks another painful realization that, especially since Modi assumed office in 2014, India, the secular democracy they once knew, seems to have forsaken them. Furthermore, the collaboration between all of India's institutions, including the civil and military bureaucracy and the higher judiciary, with the Modi regime deepens their sense of alienation. The escalating religious polarization not only jeopardizes their safety and security but also diminishes their political influence in the upcoming Indian elections. Muslims account for over 20 percent of the population in 101 of India's 543 directly elected parliamentary constituencies. Traditionally, Indian secularism relied on Hindus and Muslims, the two largest communities, voting primarily on economic or non-religious issues.

This dynamic allowed Indian Muslims, although not a monolithic voting bloc, to wield limited but tangible influence over electoral outcomes for the majority of independent India's 77-year journey. This influence was particularly evident in the northern states of Uttar Pradesh, home to Ayodhya, Varanasi, Mathura, and Lucknow, as well as the eastern states of West Bengal and Assam, which house some of India's most substantial Muslim populations. However, with Hindu religious

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.05

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore